TIGHT BINDING BOOK

brown book

UNIVERSAL LIBRARY
OU_222495
UNIVERSAL LIBRARY

اردو کا گلدستہ

Checked 1973

اس باغ کو برباد کیا دستِ خزاں نے	لی راہِ عدم باغ کے ہر سرو رواں نے
دو پنکھڑیاں بھی نہیں باقی گلِ تر کی	ہر غنچہ لئے دوش پہ گٹھری ہے سفر کی
باندھی ہوئی مہندی کا ہر پھر رنگ چڑھایا	سوکھے ہوئے پھولوں کا یہ گلدستہ بنایا

تصنیف شریف مولانا سید امجد علی صاحب اشہری

مطبع آگرہ اخبار محلہ نئی بستی میں باہتمام خواجہ صدیق حسین طبع ہوا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

میں ریاست بھوپال میں بائیس برس تک عہدہ ہائے نائب مرافعہ
واسسٹنٹی کونسل وچیف سکرٹری وزارت پر مامور رہا۔ کئی رسالے اور اخبار
میرے ہاتھ میں رہے۔ میں نے فارسی اور اردو میں بائیس کتابیں لکھیں۔
ان میں سے گیارہ کتابیں مختلف مطبعوں میں طبع ہوئیں۔ قدردانوں نے قدردانی
فرمائی۔ ملک نے قبولیت سے دیکھا۔ بعض کتابوں کے دو دو تین تین ایڈیشن شائع ہوئے
علیا حضرت ملکہ معظمہ کوئین وکٹوریہ سابق قیصرۂ ہندوستان و انگلستان کی رحلت
پر حضور ممدوحہ کے عہد سلطنت کے یادگاری واقعات کی کتاب لکھی۔ پھر اعلیٰ حضرت
ایڈورڈ ہفتم قیصر ہندوستان و انگلستان کی تاجپوشی کا مرقع مدون کیا۔ جو مطبع
آگرہ اخبار میں طبع ہوا۔ علیا حضرت نواب شاہجہان بیگم صاحبہ کراؤن آف انڈیا
و نائٹ گرانڈ کمانڈر اسٹار آف انڈیا سابق رئیسہ بھوپال ارم آرام نے بعض تصنیفات
کے صلہ میں پانچ پانچ اور آٹھ آٹھ سو روپیہ مرحمت فرمائے۔

ہز اکسیلنسی سر آسمان جاہ بہادر امیر اکبر مدار المہام سابق حیدرآباد نے
خاص قدردانی کا اظہار فرمایا۔ ہز اکسیلنسی نواب سر وقار الامرا بہادر نے ایک

مسدس پر پانسو روپیہ مرحمت کئے۔
عالی جناب منشی امتیاز علی خاں صاحب بہادر سابق وزیر ریاست بھوپال
نے نو سو روپیہ کے عطیہ سے ممتاز کیا۔
عالی جناب نواب محسن الملک مولوی سید مہدی علیخاں صاحب بہادر آنریری
سکرٹری مدرسۃ العلوم علیگڈھ اور جناب مولوی سید علی حسن صاحب سابق رکن مالگزاری
حیدرآباد و عالی جناب [illegible] صاحب کو میری جانب خاص التفات رہا۔
اخبار کی دنیا کا خاص شکر گزار ہوں جو میری عزت افزائی کی ہے
ایسے وقت کہ حضور شاہزادہ عالم و عالمیان پرنس آف ویلس بہادر ہندوستان میں
تشریف لائے اور ایسی پر خوشی و بے پریشانی نازک کا عام دستور ہے کہ جو جس
لائق ہوتا ہے وہ نذر و پیشکش کا سامان کرتا ہے اور تاریخ نے ثابت کر دیا ہے کہ
کتابوں سے بہتر کوئی بھی یادگار نہیں ہے گزشتہ بادشاہوں اور شاہزادوں کے
نام نامی سے بھی کتابوں کو معنون کیا گیا ہے۔ اس خیال سے میں نے بھی کچھ
مختلف شاعروں کی پھول پتیاں لیکر یہ گلدستہ بنایا جسکو حضور ممدوح کے نام
نامی سے معنون کرتا ہوں

راقم

سید محمد علی اشہری

رباعیات معرفت

مٹی کا کرہ بنانے والے ہم ہیں　　پانی او سپہر بہانے والے ہم ہیں
پانی پہ ہوا ہوا پہ آتش دیکھو　　اضداد کو یوں ملانے والے ہم ہیں

پانی پہلے تھا وہ بنایا کس نے　　ذرّوں کو خلا میں ہے پھرایا کس نے
آئی ہے کہاں سے آگ ٹکر جو لگی　　دیکھو تو ہوا کو ہے چلایا کس نے

ہے آگ کو پانی میں لگایا ہم نے　　پانی کو ہوا میں ہے چھپایا ہم نے
پانی میں ہوا ہوا میں پانی دیکھو　　یہ معجزہ دنیا کو دکھایا ہم نے

مخلوق میں خالق کو موثر دیکھا　　دنیا کو خدا کا ہم نے مظہر دیکھا
اللہ ہے نور آئینے ماؤ شما　　ہر آئینے میں وہ جلوہ گستر دیکھا

خدا کا نور ہر اک شے میں جلوہ گر دیکھا　　اوسی کے نور کا ہر دل میں ہم نے گھر دیکھا
بسان شمع ہے فانوس میں چھپا تو کیا　　وہی وہی نظر آیا جدھر جدھر دیکھا

مثنوی

علت العلل

ہمارا تمہارا جو ہے اک خدا
وہی ہے سزاوار حمد و ثنا

فنا سب کو اوس کو بقا ہے دوام
وہی تھا وہی ہے وہی ہو مدام

اوسی سے ہے نیچر کی ساری نمود
اوسی سے جہاں کا ہے نقش وجود

اوسی نے جلائے دلوں کے چراغ
اوسی نے کھلائے دماغوں کے باغ

اوسی سے ملی ہم کو عقل سلیم
اوسی نے کیا یوں عقیل و فہیم

اوسی سے ملی ہم کو ہر آگہی
اوسی سے ہے رکھتا بشر آگہی

اوسی نے دیا آنکھ کو ہے یہ نور
اوسی کا ہے روح و رواں میں ظہور

نہ ہر ملک میں لائق مدح عام
وہ ہر قوم میں واجب الاحترام

اوسی نے ہیں بھیجے رسول و نبی
کہ بتلائیں سر خفی و جلی

خدا کا نور

خدا کا ہے پھیلا ہوا سب میں نور
ہے جوں شمع ہر سمت اوس کا ظہور

زمانہ ہے حادث خدا ہے قدیم
وحید و مجید و علیم و حکیم

جہاں تک کیا عقل انسان نے کام
دلیلوں سے اوس نے بنایا نظام

مگر عقل کا کام اس میں نہیں
نہ صانع کو صنعت بتائے کہیں

نرا کار ہے وحدہ لاشریک
نہ اوس کا مماثل نہ اوسکا شریک

نہ سمجھیں نہ بوجھیں نہ جانیں اوسکو
ہے جسطرح سے ہم میں اک ایسی شے
اسی طرح اک روح اعظم تمام
حکیم و علیم اور دانا ہے وہ
وہی ہر زباں میں نمودار ہے
خدا نے جو چاہا کہ پائیں وجود
ہوا صنعت حق کا ظاہر کمال
جو شکلیں تھیں علم خدا میں بہم
ہوئیں نور سے یوں وہ جلوہ کناں
ہوئی شکل پھر اون کی پرتو فگن
پھر اوس سے ہوئی مادہ میں نمود
ہوئی روح پھر اس میں جلوہ کناں
کہے کوئی یوں سب کی بنیاد ہے
ہوا عقل اول سے آغاز کام
غرض ہر طرح سے ہے خدا کا ثبوت

مگر سب زن و مرد مانیں اوسے
کہ وہ جانتی دیکھتی سنتی ہے
ہے ہر چیز داور کل کی دانا عالم
سمیع و بصیر و توانا ہے وہ
خدا (فارسی) گاڈ (انگریزی) اللہ (عربی) نرنکار (سنسکرت) ہے
نظر آ رہی آپ ہے جن کی نمود
ہوا جلوہ گر اک جہان مثال
ہوئیں نور کی شکل میں مرتسم
ہو شیشے سے جوں صورت شکل عیاں
کہ تصویر شیشے پہ جوں ہماری بن
اسی طرح شکلوں نے پایا وجود
جو ہے روح اعظم کا سر نہاں
کہ یہ عقل اول کی ایجاد ہے
کیا عقل عاشر نے اوسکو تمام
کہیں اوسکو حی الذی لا یموت

مسدس

خدا کی معرفت

الٰہی نکتہ دان علم و دانائے ہنر تو ہے — خدایا نطق آرائے زبان ہر بشر تو ہے

سہ۔ یہ پورا مسدس ترانہ معرفت کے نام سے مطبع نامی پریس لکھنؤ نے چھاپا ہے اور محامد ان انگلو اورینٹل ایجوکیشنل کانفرنس کلکتہ کے اجلاس میں جو بند پڑھے گئے وہ روئداد اجلاس مذکور میں درج کیے گئے ۱۲

سخن پرداز جان پرور حکیم نکتہ در تو ہے　　بتا کر روح کا اک نام اسمیں جلوہ گر تو ہے

مہ و خورشید ہیں روشن دلیلیں تیری قدرت پہ
گواہی دے رہا ہے ذرہ ذرہ تیری صنعت پہ

تعلق روح کو حاصل ہے تیری قرب منزل سے　　یہ اک سر حقیقت ہے اگر سمجھیں اسی دل سے
فنا ہو جائیں گے اجسام ملکر آب سے گل سے　　مگر مل سکتی ہے روح منزہ روح کامل سے

دعا کے حرف تجھ تک روح لیجاتی ہے انساں کی
ملی درگاہ اقدس سے کڑی ہے رشتۂ جاں کی

فنا فی اللہ کیا ہے روح کا اسمیں بھر مل جانا　　بقا باللہ کیا ہے ہستی جاوید کا پانا
خودی سے جب بڑھی روح منزہ اسکو پہچانا　　مقام سکر و محو و سہو و حیرت کا ہوا دانا

ہمیں ہے معرفت اپنی جہاں میں معرفت تیری
ہر اک انسان کے دلمیں جلوہ گر ہے تمکنت تیری

لگایا تو نے نفس ناطقہ کا تار وہ محکم　　کہ جو تجھ سے تعلق ہے نہ ٹوٹے وہ کبھی اک دم
خبر بندوں کی پہنچے تار برقی سے تجھے پیہم　　اثر رکھا ہے تو نے برق و مقناطیس کا باہم

لگا ہے دل سے تجھ تک تار برقی رشتہ جان کا
ترا ٹیلیگرام آتا ہے دل سینے میں انساں کا

نظر آتا نہیں لیکن چھپا بیٹھا ہے تو دل میں　　تصرف باد و آتش میں ہے تیرا آب میں گل میں
ترا نور صفا جلوہ گر ہے آنکھ کے تل میں　　ترا جلوہ ہے میری اس رواق ہفت منزل میں

ہر اک جا نور ذات پاک تیرا جلوہ گر دیکھا
صفات کاملہ کا تیرے ہر ذرے میں گھر دیکھا

زمانے سے سنا میں نے زمیں تیری زماں تیرا ۔ فلک تیرے ملک تیرے بشر تیرے جہاں تیرا
سمک سے تا سما سب صانع کون و مکاں تیرا ۔ سر بر عرش تیرا فرش تیرا لامکاں تیرا
ابد سے تا ازل تو ہے ازل سے تا ابد تو ہے
خدایا سارے عالم میں احد تو ہے صمد تو ہے

الٰہی فضل سے تیرے یہ انساں فخر عالم ہے ۔ کہیں کاؤس و کیخسرو کہیں اسکندر و جم ہے
کہیں سام و نریمان ہے کہیں سہراب و رستم ہے ۔ زمانے میں عجب حکمت سے پتلا ابن آدم ہے
جہاں میں آدمی [illegible] ہوئی کل ہے
جہاں میں [illegible] کل ہے

[illegible] ۔ [illegible]
[illegible] ۔ ہزاروں طرح سے معلوم [illegible]
ملا [illegible] جب دوسرا [illegible] ہوا ہے
[illegible] صورت میں پاکر ذرہ فانی ہوا ہے

کہیں [illegible] زبیری کا سپاہی ہے ۔ سکندر کہیں نازش [illegible]
کہیں شاہوں [illegible] زباں [illegible] ۔ کہیں بندوں کو تیرے ناز تیری [illegible]
الٰہی اشرفی بندہ ہے تیرے فضل بیحد کا
ثنا خواں ہے ترا اور کلمہ گو تیرے محمد کا

نیچرل فلاسفی

عطا کیں عنایت سے جو کیں آنکھیں خدا تو نے ۔ نہیں آنکھیں دیے دو چشمہ پھر اجلا تو نے

بصارت کے سوا دی جو بصیرت کبریا تو نے کیا اوس سے شناسا از زمیں تا نُہ سما تو نے
دکھایا سارے عالم کو کہ حکمت اسکو کہتے ہیں
بتایا ابن آدم کو کہ صنعت اس کو کہتے ہیں

ہمارا باصرہ حیرت فزائے عقل و حکمت ہے ہمارا ذائقہ حیرت فروش کام نعمت ہے
ہمارا ناطقہ گویا کلید گنج صنعت ہے ہمارا سامعہ گنجینۂ صد راز قدرت ہے
سمجھ لیتے ہیں گرم و سرد کو لمس انامل سے
بتائیں بو کہ خوشبو سونگھ کر توفیق کامل سے

دماغ اپنا ہے یا صندوقچہ ہے راز قدرت کا تماشا خانے خانے ہیں ہزاروں لاکھ ندرت کا
کوئی گھر حس مشترک منزل ہے کوئی خانہ حیرت کا کوئی کاشانہ خوبی کا کوئی گھر ہے محبت کا
امانت جو تماشے ہیں ہے رکھا اوسے پنہاں کر
دکھاتا ہے جبھی جس شئے پہ جو پیش آتی ہے انسانکو

خیالا با اوس نے اپنا عجب خلاق اشیا ہے خیال اپنا ہمیں از غیبت صور کو یاد رکھتا ہے
جو حس مشترک ہے وہ عجب حکمت کا پتلا ہے جو اس ظاہری کی ساری باتوں کا شناسا ہے
محافظ حافظہ ہے جملہ محسوسات کامل کا
تصرف میں اثر پاتے ہیں غور حق و باطل کا

ہمیں دل شمع نورانی ہے جو سینے کے اندر ہے ہمارا حجرۂ چشمی ضیا افروز سر ہے
قلب اوس کے لیے کیا خوب اپنا کاسہ سر ہے زبان اوس کا زیادہ روشنی نطق سخنور ہے
الہی موم جیسی دل کی تو نے کیا جلائی ہے
کہ اوس سے جسم کی اقلیم ساری جگمگائی ہے

نظر ہو گر درختوں کے تولد اور تناسل پر تو اس تولید اعجوبہ سے حیرت سب کو ہو یکسر
کوئی ہے نار البیلی کوئی اس نار کا ہے نر رہے مادہ کے نطفہ نر کا بل بے قدرت داور
کوئی صحبت کرے باہم کوئی دست و بغل ہوئے
کسی کے نطفہ رہنے کو کوئی حسن عمل ہوئے

حکیموں نے بہت باتیں بنائیں تیری حکمت کی بہت باریکیاں اوس میں نکالیں سر فطرت کی
مگر اب تک نہ ٹوٹی مہر اک سر حقیقت کی نہ سمجھا ماہیت کوئی برودت کی حرارت کی
نہ سمجھا کچھ ہویت کو نہ جانا ماہیت کیا ہے
نہ سمجھا خشک ہے کیا شے نہ جانا ماہیت کیا

تماشا آن واحد کا ہے ہستی و عدم تیرا لب ساحل حباب جو بھرا کرتے ہیں دم تیرا
نظر آتا ہے ہر مخلوق پر دست کرم تیرا ادا کس منہ سے لے رب شکر کر سکتے ہیں ہم تیرا
ترے روئے سے وادی سی گلستاں ہیں خجل کتنے
روانی سے تری چشموں کے دریا منفعل کتنے

ترے قبچاق کے سائے سے شیر وں کو بھی دہشت ہو ترے صحرا سے بر بسے پریدہ رنگ وحشت ہو
ہمالہ کی ہر اک چوٹی سے پیدا تیری قدرت ہو شکو و بندھیاچل دیکھکر عالم کو حیرت ہو
اثر کیا کیا دکھائیں بوٹیاں کہار گلگشت کی
کرے بیراگیوں کے ساتھ جا کر سیر قدرت کی

نیچرل سائنس

نہیں جنبش میں ہے لیکن ہمیں ساکن نظر آئے مہ خورشید کے کیا کیا حسنا انساں کو سمجھائے

عجب انوارِ حکمت تو نے بندوں کو ہیں دکھلائے　　عجب اسرارِ ہیئت اے خدا ظاہر ہیں فرمائے

تری طاقت نے عالم میں چلایا رات کو دن کو
تری قدرت نے انساں میں بڑھایا عقلِ کیمن کو

کیا ہے تو نے کس ندرت سے مرکز ثقل کا پیدا　　کیا ہر جسم کو تو نے رہینِ ثقل ہے کیسا
الٰہی تو نے ہر صورت کو بخشا ہے نیا نقشا　　حدوثِ دہر پر حجت ہے سب دنیا و ما فیہا

بشر نے روز و شب دیکھے ترے پاسنگ قدرت کے
ہیں مہر و ماہ دو پلڑے تری میزان حکمت کے

معاذ اللہ گر ہوتی نہ طاقت ثقل کی پیدا　　تو جانے ہم کہاں ہوتے کہاں ہوتی تری دنیا
نہ ہوتا اتصالِ جسم تو ذرہ نہ اک بنتا　　سفوفِ خاک ہوتے ہم نہ یوں ملتے کبھی اجزا

عناصر میں تری کیمسٹری کیا اک تماشا ہے
یہ سارا امتزاج و اتحاد اس کا نتیجہ ہے

جواہر کا حصول پایا گیا ہے بطنِ معدن میں　　نباتاتِ زمیں پھولیں پھلیں گلزار میں بن میں
عمل نر کا ہے مادہ میں جیسے مرد کا زن میں　　کشش دونوں نے پائی جو ہے مقناطیس و آہن میں

اثر اچھے برے نطفے کا ہو ہر رنگ سے پیدا
ہو فرحت برگِ گل کی نشہ برگِ بنگ سے پیدا

بنائے تو نے کیا اجسام جامد اری قدرت　　بنائے گیس کیا کیا جسم مائع میں ہی کیا صنعت
تماشا گاہِ عالم دیکھنے میں عالمِ ہیئت　　تصفح اور استقرا سے کیا حاصل ہو کیفیت

الٰہی ایک قطرے میں ہیں دریا موجزن کتنے
اُگے اثمارِ گل سے ہیں زمانے میں چمن کتنے

پہاڑونکو جو دیکھا تو وہ کوہ علم و حکمت ہیں — کوئی کان جواہر ہیں کوئی کان سعادت ہیں
کسی میں گنج پنہاں ہیں کوئی اسباب دولت ہیں — کسی سے ہیں رواں نہریں کوئی آثار رحمت ہیں

رواں چشمے پہاڑوں سے ہیں صدہا تیری رحمت کے
نہیں ہیں کوہ تودے ہیں ترے انبار رحمت کے

ذرا دیکھو تو جنگل کیا عطائے خاص یزداں ہے — بیاباں جسکو کہتے ہیں وہ نیچر کا گلستاں ہے
ہر اک نخل و ثمر سے قدرت خالق نمایاں ہے — چھپا رکھتا ہے پانی کو یہ وہ حکمت کا ساماں ہے

تماشا قدرت اللہ کا جنگل دکھاتا ہے
ہر اک جنگل زمیں کو خشک ہونے سے بچاتا ہے

زمیں جو گھومتی چوبیس گھنٹے میں ہے محور پر — یہ ہے اک جنبش روزانہ جو آئے نظر یکسر
لگائے ہیں سو اور ساڑھے پینسٹھ دنمیں جو چکر — انہیں ایام میں تبدیل موسم ہوتی ہے گھر گھر

زمیں جب مہر و مہ کے بیچ میں ہو چاند گرہن ہو
خسوف مہر جب ہو ماہ جسدم سایہ افگن ہو

تموج کو اگر آواز کے دیکھیں تو حیرت ہو — تری قدرت کے آگے سرد مقیاس الحرارت ہو
اگر الیکٹرسٹی جلوہ بخش راز فطرت ہو — تو عالم کا ہر اک حصہ تماشاگاہ قدرت ہو

نمایاں روشنی میں ہیں عجب جلوے خدائی کے
تماشے کیا نظر آتے ہیں سیل کربلائی کے

جہاں میں کرۂ خاکی ہی خاکا تیری عظمت کا — نمونہ خاک پر پانی ہے تیرے بحر رحمت کا
ہوا پانی یہ دکھلائے تماشا تیری قدرت کا — ہوا پر آگ کا عنصر نمونہ لاکھ ندرت کا

تری ترکیب سے سارے بسائط یوں مرکب ہیں

کہ ادن سے جلوہ گر عالم میں سب اجسام کوکب ہیں

زمیں کو تونے مٹی سے بنایا واہ ری قدرت — کیا بوجھل پہاڑوں کو زمیں سے واہ ری حکمت
عطا کی تونے آہن کو شکستِ سنگ کی طاقت — کیا آہن کو پانی آگ سے اللہ ری صنعت

بجھایا آگ کو پانی سے کیا ترکیب تیری ہے
ہوا پانی پہ ہے مواج کیا ترتیب تیری ہے

زمیں پانی پہ ہے پانی زمیں پر تیری قدرت ہے — صدف پانی میں ہے اوسمیں گہر تیری یہ صنعت ہے
گہر کو آب دی تونے تری صنعت کی قیمت ہے — ہوا بطنِ صدف میں قطرہ موتی تیری حکمت ہے

کسی جا فاسفورس شعلہ زن ہے ماہیٔ تر میں
کہیں ہے آگ پانی ہو رہا تیرے سمندر میں

سبب کا تو مسبب اور ہے معلول کی علت — موثر میں اثر ہے اور استدلال میں حجت
صفاتِ کاملہ سے تیرے ظاہر ہے تری فطرت — اوسی فطرت سے سیکھی ہمنے عالم میں ہر اک صنعت

پھر اوسپر بھی بہت سے سلسلے ایسے رہے باقی
کہ ادن پر دسترس اپنا نہیں کی لاکھ مشاقی

جو دیکھا خاک تو اوسمیں پائے سیم و زر کیا کیا — جو ڈھونڈا آب میں تو اوس سے نکلے ہیں گہر کیا کیا
جو سمجھے آگ کو تو صورتیں ہیں جلوہ گر کیا کیا — ہوا میں دیکھتے ہیں رازِ پنہاں کے اثر کیا کیا

الٰہی چار چیزیں اس قدر وسعت میں کامل ہیں
کہ سب دنیا بھر ان سے ورنہ ہم سب میں شامل ہیں

الٰہی اشہری پر تونے لطفِ خاص فرمایا — خدا جانے کہاں تھا کہاں سے تو یہاں لایا
رہا ہر وقت اوسکے سر پہ تیرے لطف کا سایا — جو مانگا اس لئے تجھ سے تیرے لطف و جود سے پایا

خدایا شاد رکھنا اوسکو ہر دم لطفِ پنہاں سے
بچانا ہر گھڑی یارب اوسے تکلیفِ دوراں سے

قل الروح من امر ربی

دوستو ہمکو نہیں یاد ہے روداد الست
روح کیا چیز تھی اور جسم میں آئی کیونکر

پہلے کبریت تھی پانی تھا دھواں تھا کیا تھا
نور تھا نار تھی یا سب تھے یا جمال نظر

یا فقط ایک ہویت تھی کسی صورت میں
جس میں سب خلق تھی جوں بیج میں پنہاں ہے شجر

مجتمع کیسے ہوئے لاتتجزی اجزا
روز شب کیسے بنے کیسے بنے شام و سحر

کچھ نہیں یاد ہمیں روز ازل کی باتیں
پہلے آدم سے کیا اور بنا کیسے بشر

کیسے تخلیق ہوئی مادہ آدم کی
کیسے پیدا ہوئے دنیا میں ہیولا و صور

شکل صلصال سے آدم کی بنی ہے کیسے
بائیں پسلی سے بنیں حضرتِ حوا کیونکر

ہم کہاں رہتے تھے آئے ہیں کہاں سے کیسے
پہلے تکیہ تھا کہاں اور کہاں تھا بستر

آگ خاک آب ہوا جمع ہوئے ہیں کیسے
ربط اجزائے عناصر کو ملا یہ کیونکر

جمع کیسے ہوئے یہ دشمنِ جانی باہم
کیسے رہنے لگے مل جل کے یہ سب یکدیگر

راہ کس طرح ملی صلب پدر میں ہم کو
کون سے جذب نے کھینچا ہمیں سوئے مادر

کیا بتائیں تمہیں ہم صلب پدر میں کیا تھے
قطرہ نیساں تھے یا تھے قطرہ نم میں جوہر

سرا یہ نظم آنریبل سر سید احمد خان بہادر کے مضمون روح پر لکھی گئی - ۱۲

پیٹ میں ماں کے جب آئے تو ہوئی اوپر سے در
قطرہ کیا جانے کہ دریا ہے کہاں سے آیا
ہے عجب سلسلۂ لا متناہی دنیا
لے گئی قطروں کو اک لہر جو آیا طوفان
دشت سے بحر میں ذرونکو ہوا لے آئی پسینہ کا
طرفہ تر یہ ہے جو اس راہ میں ہم نے دیکھا
ماں جو کھاتی تھی پہونچ جاتا تھا سینے ہمیں
یہ اثر دور دیا جب کبھی نظر آتا تھا
پرورش کیلئے ملتی تھی غذا صاف ہمیں
گدگدے گدے بچھے تکیے ملایم رکھے
کام پنکھے کا کرے ماں کا نفس ہر دم
ہاتھ پہنچیں تو سمٹ آئے غشائے باطن
جھلیوں کے دو شالے وہ برابر کرتے
رہ تھا دایہ کہ جان آئے اونھیں رستوں سے
تنگ و تاریک مکاں میں کہیں یوں دیکھا ہے
جو ضرورت تھی ہمیں سب وہیں پایا ہم نے
پہلے اعضائے رئیسہ نے تشکل پایا
آئی پھر جسم پہ جھلی ہوئے اعضا پیدا
روح پھونکی گئی بحکم خدا سے ہم میں

قطرۂ نیساں کا بنا جا کے صدف میں گوہر
ذرہ کیا جانے کہ اس دشت کا رستہ ہے کدھر
جسکو دیکھو وہ ہے نیرنگ جناب نیچر
آندھی آئی تو ادھر کے ہوئے سب ذرے ادھر
بحر کے قطرے ہوئے دشت میں پنہاں آکر
تھا مسافر تو مقیم اور تھا منزل کو سفر
استحالات غذا خون سے بناتے جوہر
پیٹ میں پاتے تھے ہم اپنی غذائے مادر
خون شرائن وتجاویف سے نہاتا چھنکر
جھلیاں ونیہ تنیں جیسے مصفا چادر
جو بخارات ہوں وہ سانس سے نکلیں باہر
پالو پھیلائیں تو بڑھ جائے ہمارا بستر
گھٹنے بڑھنے میں جو ہوں ٹھیک بدن پر یکسر
پڑے ایسے کہ نہ ہو خلل کسی کا اندر
ایسی تعدیل ہوا اور یہ انوار سحر
خواب راحت میں پڑے رہتے تھے بیخوف وخطر
نقطۂ قلب بنا اور دماغ اور جگر
سب بتدریج بنے سینہ و پشت گردن و سر
روح کیا چیز ہے کچھ ٹھیک نہیں اسکی خبر

سانس اندر سے جو نکلے وہ مفرح ہے ضرور
سانس انسان کی ہے اک شعبہ فیض رحمان
تو جیتے ہیں ہوئی قطع رہ ملک عدم
راستے دو ہیں کٹھن پیچ اور وہ اندھیری منزل
آخر شش کو دل سے گئے سب عقدہ لاینحل
جب یہاں آئے تو گھبرائے کہ آئے ہیں کہاں
شیر مادر کے سوائی نہ کسی پر رغبت
نفس پر ہم نے دکھائی آن میں ہر اک سے کیا
جب سے کھانے کو ملا تو بہت سے ہم کو ملا نا چھوڑا
جس قدر بڑھتے گئے گھٹتے گئے ہم آگے
یہ تو اک منزل دنیا ہے جہاں بیٹھے ہیں
یعنی آیا وارد ہے تا گور ہو جس کا
واں سے ہے رہنا ہے اور اس منزل آخر میں ہیں
غم سے ہم جو گذرے یہاں آئے تھے
ہم سے کل جنگے ابھی اور کہیں جانا ہے
بعد مرنے کے خدا جانے کہاں تک جائیں

زندگی بڑھتی ہے اوس سے جو رواں ہو اندر
جس کا ہر دم ہے ممد وشت اور قدم کا رہبر
پاس کچھ توشہ نہ کچھ نقد نہ اسباب سفر
ساتھ ہمدرد نہ غمخوار نہ یار و یاور
منزلیں کاٹ دیں اس لئے دو سو ستّر
ہم کو حیرت ہوئی اللہ ہم آئے ہیں کدھر
خون دل کھا کے پیا ہم نے تو شیر مادر
ان کی چالوں نے تو کھایا ہمیں ہاں گاگر
جب سے چلنے تو رخصت ہوا دوش مادر
کیا ترقی ہے کہ ہے جسمیں تنزل کا اثر
ہیں ابھی اور کئی منزلیں پر خوف و خطر
منزلیں گور سے ہیں سب کی فضائے محشر
جسکو کہتے ہیں جناں اور ہے ضد جسکی سقر
یاں رہے پہلے کہیں گلشن و وادی ہے یا بحر
ہیں ان اشجار میں باقی ابھی لگنے کو ثمر
وہ تھا نو ماہ کا اور اب ہے قیامت کا سفر

اشہری نذر زمانہ ہیں یہ اشعار مرے
یادگار سخن و تحفہ نظم احقر

آفتاب عالمتاب

نکلتا ہے ہر روز جو آفتاب | ہے سب سے زیادہ جو با آب و تاب
بتائیں اسے سب ستارہ پرست | کہ ہے یہ خداوند بالا و پست
پرستش کریں اس کی ساری ہنود | ثنا کر کریں اس کے آگے سجود
بتاتی ہے ہیئت[۱] کی ہر اک کتاب | کہ ذروں[۲] سے پیدا ہوا آفتاب
بھرے جو میں[۳] تھے جو اجزاء نور | ہوئی ان سے ترکیب اسکی ضرور
کوئی یوں سخن سنج اسرار ہے | کہ سورج نہیں کرۂ نار ہے
کہے وہ کہ ہم دیکھتے ہیں زمیں | زمیں پر نظر آئے ماء معین
ہوا کا بھی محسوس پائیں اثر | جیسے دیکھتے سب ہیں اہل نظر
مگر کرۂ نار ہے کیوں چھپا | اسے کیوں نہ دیکھیں محیط ہوا
یہ کہکر وہ کہتا ہے دانش مآب | کہ ہے وہ کرہ بس یہی آفتاب
کریں اسکو رد اور ارباب قال | مباحث سے جنکے پریشاں خیال
کہے کوئی خورشید روشن نہیں | نہیں ہے منور یہ پتھر سہیں

سا ہیئت ایک علم کا نام ہے جس سے اشکال و اجرام و ہر ایک کے فصل اور بعد کا حال معلوم کیا جاتا ہے یعنی آفتاب کی کیا صورت ہے اور وہ کتنا بڑا ہے اور کیسا ہے اور کتنی فاصلہ پر ہے وغیرہ علیٰ ہذا القیاس۔

سے ۲ - ذرے یہ باریک باریک ریزے جو ریت میں چمکتے اور زمین سے آسمان تک بھرے ہوئے ہیں اگر مکان کی چھت یا دیوار میں چھید ہو اور اس سے آفتاب کی روشنی اندر آئی اور اندر کی ہوا باہر جاتی ہو تو یہ ذرے نگاہ میں نمایاں طور سے محسوس ہوں گے ۱۲

سے ۳ جو بمعنی خالی جگہ ۱۲

نہیں ذات میں نور اُس کے جناب — ہے یہ دوسرے نور سے فیضیاب
بتاتی ہے ہمکو یہ تحقیق حال — جو ہے اہل یورپ کا اوج کمال
کہ خورشید رکھتا ہے جرم سیاہ — نکلتی ہے آگ اُس سے بے اشتباہ
رخ مہر کا یوں نظر آئے حال — کہ لہرائیں جس طرح عارض پہ بال
ابلتا ہو جوں کوہ آتش فشاں — نکلتا ہو آتش سے جیسے دھواں
پہاڑ اور دریا ہیں خورشید میں — کئی غار پیدا ہیں خورشید میں
جنہیں دیکھتی دوربین میں نظر — مگر ٹھیک سمجھے نہ اُن کو بشر
ہیں سورج کے اندر وہ جلتے پہاڑ — فروزاں ہوں جسطرح سے گرم بھاڑ
ستارے ہزاروں ہیں دنبالہ دار — پھریں گرد جو اُسکے پروانہ وار
بتاتا ہے اک اور دانش مآب — کہ ہرگز نہیں گرم یہ آفتاب
یہ گرمی جو محسوس ہو اس قدر — نہیں اُس میں سورج کا کچھ بھی ضرر
وہ لاتا ہے اس بات پر یہ دلیل — کہ اوپر ہے سردی بلا قال و قیل
سوا اس کے اوپر ہو جتنا صعود — ہوتا ہے کی سورج سی رنگت کبود
بتاتا ہے گرمی کا وہ یہ سبب — کہ ہو وے رگڑ سے یہ پیدا غضب

آگ

کتاب مقدس جو ہے وید نام — برہما کی جو ہے زبان کلام
لکھا آگ کو اُسمیں دیوی ہے یہ — شبیہ نراکار جوتی ہے یہ
پرستش کریں اسکی سب پارسی — کہیں نار کو نور حق ہے یہی

سکندر جو اون سے ہوا ہم نبرد — تو آتشکدے کو دیے اونکے سرد
ہوا پھر جو اسلام کا زور و شور — تو باقی رہا پھر نہ اون کا وہ زور
ارسطو نے مانے عناصر بسیط — کہا ایک کو دوسرے پر محیط
و لیکن بساطت کی حالت میں ہم — نہیں دیکھ سکتے اونہیں ایکدم
عجب طرح کی آگ اولاد ہے — جو ماں باپ کے کھانے سے شاد ہے
ہماری نہایت دل افروز ہے — ہر اک رنج و راحت میں دلسوز ہے
اسی سے پکاتے ہیں کھانے تمام — اسی سے ہی ہر گھر میں اک انتظام
نہیں گرم کرتی کسی کے تنور — بہائم ہوں یا ہوں سباع طیور
نکلتے ہیں انساں کے اس سے وہ کام — کہ حیوان عاجز ہیں اوس سے تمام
نہیں در دست دشمن کو یہ جانتی — نہ اپنے پرائے کو پہچانتی
گرو زیر امیروں کے لونڈی ہے یہ — فقیروں کے دہونی میں دیتی ہے یہ
یہ گرتی ہے دشمن تو جاری میں سست — سراپا حرارت سراپا نہ سست
جہاں برف گرتی ہے آٹھوں پہر — نہو آگ تو ہو وہ آفت کا گھر
کہیں برف سے جب کہ پالا پڑے — تو کام اس سے اوس وقت نکلیں بڑے
امیروں کو ہے اس سے آرام جان — غریبوں کی ہے مادر مہربان
کھانا بنا اسکے ہووے ہر گھر کے باغ — ہے ہر ایک گھر کا یہہ روشن چراغ
نہو روشنی تو نہو کوئی کام — نہو آگ تو یہہ نہو انتظام
جو ہو دیکھتے صنعتیں بے شمار — یہہ ہیں آگ سے نازش روزگار
یہہ انجن یہہ ریلیں یہہ صد ہا کلیں — جو دیکھو تو اس آگ ہی سے چلیں

حرارت ہے سرمایۂ ذی حیات — نفوذِ حرارت سے پیدا ہو بات
زراعت تجارت فلاحت کے کام — ہیں سب آگ سے بہرہ ور لا کلام
صناعت میں یہ آگ سب سے سوا — ہوا اس کی خادم ہوئی جابجا
ہے پانی بھی اس کا معین قوی — ہے ظاہر یہ دونوں میں گو دشمنی

ہوا

ہوا میں خدائی کے ہیں معجزے — چھپے اور پھر ہم سے ظاہر ملے
جہاں دیکھو ہم کو ملے گی ہوا — ہے نیچر کا یہ بھی عجب معجزا
ہے عالم میں موجود اور سب پہ محیط — مرکّب سمجھے کوئی کوئی بسیط
ہوا سے جو مخلوق محروم ہو — تو ہر زندہ دنیا میں معدوم ہو
ہوا کا نہ ہو گر نظر میں اثر — تو پھیلیں نہ اس طرح تارِ نظر
بتاتے ہوا کا ہیں نیلا برن — پسند اور اوسکو نہیں پیرہن
ہوا گر نہ پہونچائے آواز کو — تو پیدا کوئی نغمہ ہرگز نہ ہو
یہ چڑیوں کی پھر پھریوں چوں چوں تمام — سناتی ہے ہمکو ہوا کا کلام
ہوا ہم کو سنگھلائے پھولوں کی بو — ہوا سے ہو خوش قلب میں آرزو
ہوا قوتِ لامسہ کی ہے جان — چلے جب تو چپ کر ہو اوس پر عیاں
ہوا ذائقے کو کرے شاد کام — ہوا سے ہو تازہ دماغِ مشام
ہوا گر زمانے سے روپوش ہو — تو یہ شمعِ ہستی کی خاموش ہو
نہ دنیا میں جاندار کوئی سب جیے — نہ بوٹی کوئی بے ہوا کے بڑھے

نہ ہو آگ روشن نہ پانی بہے
نہ دنیا میں جاندار کوئی رہے

نہ یہ روشنی ہو جہاں میں کہیں
اندہیرے سے چھپ جا ساری زمیں

ہوا سے ترو تازہ ہر ایک باغ
ہوا سے شگفتہ ہمارا دماغ

تنفس سے باہر جو آئے ہوا
اثر اوس کی فرحت کا ہو دل کشا

جو باہر سے اندر کو جائے نسیم
وہ ہے روح افزائے قلب سلیم

جو پہونچے بدن میں ہوائے لطیف
تو نکلے بدن سے ہوائے کثیف

بخارات فاسد ہوں باہر تمام
بنے جا کے خود اون کے قایم مقام

ہوا شمع کی خاص دل سوز ہے
ہوا آگ کی شعلہ افروز ہے

ہوا سے ہیں تازہ ہمارے مشام
ہوا کان تک لیکے جائے پیام

ہیں سب دیکھتے یہ ہوا کا اثر
کرے خاک کے ڈھیر ادہر کے ادہر

ابھی ریت کے تھے کھڑی جو پہاڑ
اڑا کر دیا اوس نے میدان کو جھاڑ

کرے پتھروں کو ہوا ریت کھیت
کرے پیسکر پتھروں کو وہ ریت

یہ دریا جو کرتے ہیں موجیں تمام
یہ اون کی ہلوریں ہوا کا ہیں کام

ہوا کو جو پہونچیں بھردیں کبھی
تو پانی کو اوپر اچھالے ابھی

غباروں میں ہم کو اڑائے ہوا
تماشا دکھائے فلک سیر کا

ہوا بادلوں کو لئے بیٹھہ پر
اڑاتی پھرے جا بجا سر بسر

ہوا سے برستے ہیں بادل تمام
ہوا سے ہے بارش کا سب انتظام

بنا کر حرارت کو اپنا رفیق
کرے برف کو جیسے پانی رقیق

یہہ مینہ اوس پالا کہر برف سب
ہوا سے بنیں حسب فرمان رب

یہ اگلے حکیموں کا ایمان ہے
ہوا روح ہے اور ہوا جان ہے

مگر روح ہے اور ہی شے جناب
ہوا سے جو ہو دم بدم فیضیاب

مقدم ہے انسان کو سب سے ہوا
ہیں نہ البتہ اس سے حیات و فنا

کئی دن غذا اگر نہ کھائے بشر
تو جیتا رہے گا وہ اک طرح پر

نہ پانے سے پانی کے بھی وہ جیئے
اگر ایک دو دن نہ پانی پیئے

مگر بے ہوا کے ہے جینا محال
مرے چند ساعت میں بے قیل و قال

ہوا سے طبیعت رہے تازہ تر
ہے وہ مصلح صحتِ ہر بشر

ہوا ہے زمانے کو حاذق طبیب
ہوا ہے جہاں کو دوائے عجیب

ہوا سے تھکے ماندے آرام پائیں
ہوا صاف لازم ہے ہر وقت کھائیں

ہوا کردے انسان کو زندہ دل
ہوا سے تر و تازہ ہوں آب و گل

ہوا آگ کو دھونک کر دے جلا
اڑا دے بلندی پہ شعلے ہوا

ہوا جن ممالک کی ہے معتدل
وہاں کے ہیں اقوام سب زندہ دل

بتاتی ہے ہم کو کتاب خدا
کہ ہے حکم خالق سے چلتی ہوا

بڑھے ہے روح اس سے ہوں عمریں دراز
ہوا ہے بشر کی عجب چارہ ساز

حکیموں نے ہمکو بتایا پتا
بڑھاتی ہے عقلوں کو اچھی ہوا

ہوا سارے نیچر کی ہے پیشکار
ہو مٹی کہ پانی کہ ہو نور و نار

کما حقہٗ ہم نہیں جانتے
مگر اوس کو ہیں خوب پہچانتے

ہوا سر بسر مخزن آب ہے
سمندر پہ اوسکا بڑا داب ہے

اگر داب اتنا ہوا کا نہ ہو
تو ہو جائے سب خشک پانی ہے جو

جلاتی ہوا ہے دیوں کے چراغ — کھلاتی سحردم میں دماغوں کے باغ

بگڑنا ہوا کا ہے قہر خدا — غضب ہے جو بگڑے کہیں کی ہوا

اسی سے عوارض ہوں پیدا جدید — کثیف و خبیث و پلید و شدید

تمہیں چاہیے کھاؤ اچھی ہوا — سحر کو جو چلتی ہے ٹھنڈی ہوا

شگفتہ ہو ہر ایک اوس سے کلی — کرے دفع بیمار کی بےکلی

تنفس سے پہونچاؤ اندر اوسے — کہ اوس سے ہر اک غنچۂ دل کھلے

مریضوں پہ ہے یہ اوسی کا اثر — کہ آرام پاتے ہیں وقتِ سحر

پانی

کتابِ سماوی بتاتی ہے یہہ — کہ پانی سے زندہ ہے ہر ایک شے

ملیں دو ہوائیں تو پانی بنے — جو سرمایۂ زندگانی بنے

ہیں کہتے یہی اور دانش مآب — نہ تھا کچھ تو موجود تھا سطحِ آب

بنے بھاپ پانی اگر جوش ہو — ہوا بن کے وہ آپ روپوش ہو

ہے قدرت سے خالق کی مخلوق آب — تماشا گہ دیدۂ شیخ و شباب

ہزاروں طرح کی پڑی مچھلیاں — کریں قدرتِ خاص خالق عیاں

خدا کی ہے قدرت یہ پانی دلیل — یہ رکھی ہے نیچر نے یارو سبیل

ہے نیچر کا نیرنگ بے قیل و قال — کرو اسکو اعجاز قدرت خیال

ہیں آکسیجن اور ہیڈروجن ہوا — بنے اون سے پانی اگر دو ملا

اسی طرح پانی ہوا ہو سکے — ہیں ایک اور آٹھ اسمیں دو نو ملے

ذرا دیکھو قدرت کی یارو یہ لاگ　　کہ آتش سے پانی ہو پانی سے آگ
جو دیکھا تو پانی کا پتلا ہے حال　　مگر اوس کی طاقت سے چلنی خیال
لگائے جو ٹکر وہ جوں فیل مست　　تو کردے پہاڑوں کی طاقت کو پست
نکالی ہیں یورپ نے ایسی کلیں　　جو پانی کی طاقت سے اوسمیں چلیں
اگر خوردبین لیکے دیکھو اوسے　　تو ہر بوند دریاے قدرت ملے
کرو ایک قطرہ کا گر امتحان　　تو آباد پاؤگے اوسمیں جہاں
سمندر کی تہ میں ملیں جابجا　　گہرہائے شہوار ندرت فزا
لئے سیپیاں بیٹھے ہیں وہ گہر　　ہیں پانی میں پہرتیں ادہر سے ادہر
دیکھتے ہوئے کوہ آتش فشاں　　سمندر کے پانی سے ہووین عیاں
وہ پانی کے اوپر اڑاتے ہیں خاک　　کیا اون کو گندہک نے ہے شعلہ ناک
کہیں ہے سکون اور کہیں اسکو زور　　کہیں آب شیریں کہیں آب شور
جو دریا پہ جبیں جھکتی ہیں سر　　وہ کرتی ہیں پانی کو زیر و زبر
یہ ہے قدرت خالق فعل حکیم　　تموج سے اوسکو ہے نفع عظیم
اگر پانی اک جا پہ ٹھیرا رہے　　تو ہرگز وہ اچھا نہ ایسا رہے
ہو پانی کی تعریف کا کیا بیان　　رگوں میں غذا کو کرے یہ رواں
ہیں پانی سے خوشحال سارے بشر　　تر و تازہ پانی سے سارے شجر
ہر اک تخم پانی سے سیراب ہو　　ہر اک نخل پانی سے شاداب ہو
پہلیں پہولیں پانی سے سارے شجر　　ہو پانی سے شاداب ہر اک ثمر
تمھیں چاہیئے صاف پانی پیو　　کہ تم تندرستی سے اچھے جیو

مزہ اوس کا شیریں ہو پانی ہو صاف / سب اچھا کہیں اوسکو بے اختلاف
کرو غسل تم صبح اٹھکر ضرور / غلاظت سے ہر دم رہو دور دور

زمین

ہوا آب و آتش کا ٹہکہ بیان / سنو اب زمیں کی ذرا داستان
زمیں بہی جہاں میں عجب چیز ہے / سمجھتا ہے جو اہل تمیز ہے
زمیں سے ہے سرمایہ این و آن / ہماری ہے یہہ مادر مہربان
اسی سے یہ پتھر ہوئے رونما / اسی سے اگیں بوٹیاں جابجا
اسی سے یہ انسان و حیوان بنے / اسی سے یہ دشت و گلستان بنے
زمیں کا ہے شوہر یہ چرخ بریں / عجوز کہن سال اوس کی زمیں
ہوئے بطن سے اسکے پیدا ہیں سب / کرشمہ ہے ہر ایک اس کا عجب
اسی سے ہے پہنچتی ہے ہم کو غذا / یہی ہم کو کہاتی ہے بجسم غذا
اسی سے ہیں اجزاء ہماری مکان / اسی سے بنے یہ لباس گران
یہہ اینٹ اور چونا یہ ساری حجر / یہ گل اور بوٹے یہہ نخل و ثمر
یہہ چاندی یہہ سونا یہہ لوہا تمام / یہ لکڑی یہ چمڑا جو ہے وقف عام
یہہ دریاے نور اور یہہ کوہ نور / بہ طہران و لندن میں اب ہیں حضور
یہہ میوے یہ نقل و کباب و گزک / آپ کی عنایت ہیں بے شبہ و شک
یہہ الماس و یاقوت و لعل و گوہر / اسی مہ جبیں کے ہیں لخت جگر
یہہ پشمینہ ہم کو اسی سے ملا / اسی کی ہے آئینوں میں یہ جلا

یہہ بندق و شمشیر و تیر و تفنگ	اسی نے دئے ہمکو از بہر جنگ
محبت کا انسان کے معدن بہت	عداوت کا بھی خاص مخزن ہی یہہ
معاون سے لبریز اس کا شکم	مخازن سے بھرپور دست کرم
نہیں چھوٹ سکتا ہے اس سے گدا	ہے شاہوں کی معشوقہ عشوہ زا
رقیبانہ شاہوں سے کروائے جنگ	زبردست کی ہو یہ ناموس و ننگ
زر و زن زمین ایسے اسباب ہیں	کہ ادنی پہ بھی دل سے بیتاب ہیں
مگر ہے زن و زر سے بڑھکر زمین	وہ اس سے ہوں پیدا یہ ونکی نہیں
ہزاروں برس کی ہے یہ عشوہ زا	مگر روپ اس کا وہی ہے بنا
کبھی یہ فقیروں سے الفت کرے	کبھی بادشاہوں سی نفرت کرے
کبھی سر پہ رکھے فقیروں کی تاج	کبھی دے نہ شاہونکو ہرگز خراج[13]
اسی میں رہیں سارے بنا و گور[14]	ہے اول میں گہوارہ آخر میں گور[15]
چلے دوش پر اپنے لیکر ہمیں	جو آرام ہیں دے سراسر ہمیں
زمیں میں ہے اک قسم کی خاص روح	موالید[16] کو اوس سے حاصل فتوح
ابہارے جو اندر سے بے قال و قیل	جو قدرت کا ہے فعل جر ثقیل[17]
کشش سے درختوں کو تھامے ہے	غذا جسکی جلنی ہے وہ اوسکو دے

زمین کا پیدا ہونا

حکماء قدیم کا خیال زنو فا حکیم یونانی کی زبانی

ہیں کہتے حکیمان عہد قدیم	کہ دنیا ہے خود ہی خدائے عظیم

ہے دنیا نے خود آپ پایا وجود | ہوئی آپ ہی آپ اس کی نمود
کوئی خاص دنیا کا خالق نہیں | بنے آپ ہی آپ چرخ و زمین

حکیم فیثاغورث کا خیال

ہے فیثاغورث جو کہ مشہور عام | کیا اوس نے اجزاء سے پیدا نظام
وہ کہتا ہے تھے پہلے جزو صغار | جو محسوس ہوتے نہ تھے زینہار
وہ اجزاء بہرسے جو مین تھے تمام | ہوا اون کے ملنے سے پیدا نظام
ہوئے دو دو یکجا کہیں تین تین | بنی اونکی ترکیب سے یہ زمین
زمیں سے نباتات پیدا ہوئے | پھر اوس سے یہ انسان و حیوان بنے
سباع و بہائم چرند و پرند | ہیں ترکیب اجزاء سے سب ستمند
بہ ارواح جنکی ہے یہ آب و تاب | نفوس لطیفہ سے ہیں بہرہ یاب
مگر کچھ نہیں اس کا دیتا پتا | کہ اجزاء کو ہے کس نے پیدا کیا

حکیم اور شاعر ہیسی اوڈ کا خیال

بتاتا ہے یوں اوڈ جو ہے حکیم | کہ پیدا ہوئی شب سے ارض فخیم
ہوئی رات کی پہلے جلوہ گری | تھی پھرتی نہ گنبد چنبری
پڑی تھی یہ گردش سی تدویر میں | تھی مصروف اک خاص تدبیر میں

حمل پیٹ میں شب کے دنیا کا تھا
جنی یہ زمیں اوس نے ہر طور سے
یہہ آگ اور پانی یہ خاک اور باد

جو ملنے سے گردش دن کے رہا
پھٹا جب وہ شاخ سر نور سے
ہوے اوس سے پیدا بحسب مراد

حکیم ہرنیٹ کی بلند پروازی

بتاتا ہے ہرنرٹ سے پہلے زمیں
نہ تھی اس کی گردش کی ترکیب پتا
تھی اٹھلاتی مٹھلاتی چلنے میں چال
زمین نکلی اوس بیضے کو توڑ کر
سپیدی و زردی ہیں یہ خاک و آب
رگڑ اور اجسام سے جب لگی
نفوس زمیں سے بنی یہہ ہوا

تھی جوں بیضہ قائم صورت گزیں
یہ کرتی تھی گردش مگر نادرست
تکل سے تھی اپنے بہت سست چال
کھلے شرق سے غرب تک اسکے پر
زمانے میں جنکی ہے یہ آب و تاب
تو آگ اوس رگڑ سے یہ پیدا ہوئی
لگی چلنے جو جو تیں جب بجا

ہندوستان کے پنڈتوں کی باتیں

حکیمان ہندوستان کا خیال
ہے اس باب میں یہ کہ ساری ہیں
شور کی بنا شکل شیو جی کرے

جو تھے برہمن ہند میں باکمال
لبالب تھی پانی سی سب بالیقین
وہ پانی تہالبے تھا اوسمیں پڑے

لگایا جو غوطہ تو پانی میں جب
زمیں کو لیا تھوتھنی پر اٹھا

ہوا اوس سے کچھوے کا پیدا وجود
ہوا سانپ بھی ایک اوس سے نمود

ہوا شیو سے پھر کام یہ بالیقیں
کہ کچھوے پہ سانپ اور سیہ کی زمیں

مگر کچھ نہیں اس کا کھلتا بیاں
کہ شیو جی نے کچھوے کو رکھا کہاں

حکما حبش کی لن ترانی

یہہ کہتے ہیں کانگو کے دانا تمام
جو ہیں سب سیہ فام شکل غلام

بنائی فرشتوں نے ہر اک زمین
مگر ارض کانگو کی اوس میں نہیں

خدا نے اسے آپ پیدا کیا
شرف اسکو سب سے زیادہ دیا

یہ خطہ ہے زیب زمین و زماں
یہ خطہ ہے دنیا میں فخر جہاں

نہیں حسن میں کوئی اس کی مثال
یہ ہے حسن کا خاص دار الکمال

خدا کو جو حسن آیا اس پسند
تو اوس نے کیا پیار اسکو دوچند

جو ہاتھہ اوس نے پھیرا بڑی پیار سے
تو ہموار ہم سب کے چہرے بنے

اوسی ہاتھہ پھیرنے میں ناکن تمام
بناوٹ میں چپٹی بنیں لا کلام

حکیم افلاطون کا خیال

فلاطون کو توحید کا تھا یقین
وہ کہتا تھا بہ دہریت کچھ نہیں

بتاتا دلائل سے وہ ٹھیک ٹھیک
خدا ایک ہے وحدہٗ لاشریک
وہ کہتا تھا دنیا کا خالق ہے اور
کیا جس نے پیدا ہمیں دور دور
اوسی پہ یہ سب سلسلہ ختم ہو
اوسے حق سمجھکر پرستش کرو

یورپ کے ایک حکیم کی بلند پروازی

یہ لکھتا ذہانت سے ہر اک حکیم
کہ چکر میں تھا اپنے چرخ عظیم
کہ اتنے میں اک دن سر گولا چلا
ہوئی اوس کی آواز رعد بلا
نکل بھاگے اوس سے یہ خورشید و ماہ
زمیں نے نکل اوس سے لی اپنی راہ

حکماء مہادک کی فکر

موہادک کے کہتے ہیں سارے حکیم
کہ پہلے تھا دنیا میں بحر عظیم
بحکم خدا آسمان سے گری
زن حاملہ اور اوس پر تھی
تھا پانی میں کچھوا بڑا سا پڑا
لیا پیٹھ پر اوس نے اپنے بٹھا
ہوا جبکہ عورت کو وضع حمل
زمیں آئی جنتے ہی اوس کی نکل
زن حاملہ کو ملی اوس پہ جا
لیا اوسکو پانی نے سر پر اٹھا

حکماء حال یورپ کا متفقہ خیال

یہ کہتے ہیں دانائے یورپ تمام — جو ہیں آج کل صاحب انتظام
کہ دمدار سیارہ تھا تیز رو — ہوا پاس سورج کے وہ گرم دو
لگی اوس کی ٹکر جو خورشید کو — ذرا دل سے اس بات کو تم سنو
لگی جب وہ ٹکر تو چقماق سان — جھڑا اوس سے اک جرم آتش نشان
چلا شکل آتش دہکتا ہوا — مگر چال میں کچھہ بہکتا ہوا
جدا ہو کے سورج سے چلنے لگا — وہ حالت کو اپنی بدلنے لگا
چلا چل یہہ گرتا لنڈھکتا ہوا — ردا رد دہکتا بھکتا ہوا
ہوا جب برودت کا اسمیں اثر — تو ٹھہرا بشکل یہاں آنکر
بتدریج وہ ہو گیا بالیقین — جیسے دیکھتے تم ہو شکل زمین

توریت میں زمین کا بیان

زمین کی ولادت کا تھوڑا پتا — ہے توریت میں مجملاً کچھہ لکھا
نہیں اس کی تفصیل آئی کہیں — کہ پیدا ہوئی کس طرح یہہ زمین

مسلمانوں کی آسمانی کتاب میں زمین کا بیان

بتاتی ہے اتنا کتاب خدا — ہے اسلام نے صرف اتنا کہا

کہ خالق ہے اسکا خداے جہاں
کیا اوس کی حکمت نے اسکو عیاں

جسے عقل کرتی ہی سبکی قبول
نہیں اوسمیں تاویل کوئی فضول

تھا پانی پہ پہلے سریر خدا
مرتب ہوے بعد ارض و سما

کسی جا یہ قرآن میں آیا نہیں
کہ پیدا ہوئی کس طرح یہ زمین

مگر یہہ کہ خالق ہے اس کا خدا
وہی جانے کس طرح پیدا کیا

بتایا کہیں اوس نے ایسا نہیں
کہ اوس نے بنائی ہے کیسے زمین

خدا کو کوئی دیکھہ پاتا نہیں
وہ ترکیب خلقت بتاتا نہیں

حکیموں کے سارے وہ اوج کمال
نظر آئیں سب کو قیاسی خیال

کوئی بات اون میں یقینی نہیں
یہ کچھہ کام کی دوربینی نہیں

خدائی پہ حجت ہیں یہ سارے کام
خدا جانے کیسے بنے یہہ نظام

یہ سب کام ہیں عقل انساں سی دور
کوئی ان کو سمجھا نہ سمجھے حضور

زمیں سے تولید

بہرحال پیدا ہوئی جب زمین
خبر جس کی ہرگز کسی کو نہیں

تو اوگیں ہر اک طرح کی بوٹیاں
ہوا سبزہ زینت دہ بوستاں

کہیں ذرے مل جل کے پتھر بنے
کہیں قطرے دریاے اخضر بنے

کوئی قطرہ پانی سے اولا بنا
کوئی مادہ جل کے کولا بنا

نصیحت

غرض آتش و آب اور خاک و باد — ہیں سب کام کے اپنے حسب مراد
انہیں کے نتائج ہیں ہم تم تمام — بنایا خدا نے انہیں سے نظام
ہمیں چاہیئے ان کو رکھنا بحال — جو ہر ایک کی ہے حد اعتدال
رہیں گرم اور سرد کے متصل — تر و خشک سمجھے رہیں معتدل
جمادات پر ہو جو پانی روا — پیئں شوق سے اوسکو پیر و جوان
نباتات کی ہو غذا ٹھیک ٹھیک — کہ روح نباتی ہو اپنی شریک
غذا کے لئے ہیں جو حیوان حلال — بُرا ہے اون کے کھانے میں رد و بدل
غذا کا اثر جسم میں ہو سر بسر — سمجھ لیجئے ہر اک کا نفع و ضرر

خوشحالی ور سلامتی سے زندگی بسر کرنے کا بہترین ذریعہ

مشرقی ادب

اے علم مشرقی کے آشفتہ مفاخر — اے علم مجلسی کے دانندہ مظاہر
اے زحمتوں کے شاکی ای زحمتونکے شاکر — اے اپنے آپ ظالم ای اپنے آپ صابر
اے میرے پیارے لڑکے ای سوٹ بوٹ والے

گر کان ہیں تو سن لے یہ میرے آہ و نالے

اچھی طرح سمجھ لو جو میں ہوں تم سے کہتا
مشرق میں تم ہو رہتے مشرق وطن تمہارا
مغرب کا بہ رہا ہے جو اپنی رو میں دریا
موجوں کے ساتھ بہہ پہنچے تم کا نہ کوئی

موجوں کے ساتھ چل کر ہرگز نہ کھاؤ غوطے
موتی نکالنے کو اوس میں لگاؤ غوطے

دنیا نے جتنی باتیں جھوٹی ہیں بزم آرا
اون سب کو تم نے لیجئے علم و ادب سے سمجھا
کیمسٹری سے تم نے سب کے نکالے اجزا
سب کے مزاج دیکھے ہر شے کا حسب طاقت

القاب بھی بنائے آداب بھی بنائے
اون کے اثر سے سارے اپنے ہوئے پرائے

اپنی زباں میں لائے تم دہر کے حقائق
تم تجربوں میں نکلے دنیا سے بڑھ کے لائق
ہر شے کے تم نے سمجھے جو یا ہر چیز کے تھے شائق
آخر رہے جہاں میں بڑھ چڑھ کے سب سے فائق

ہر علم و فن میں اپنا علم ادب نہ ہو کے
تم سے پھلے گلستان گلزار تم پہ ٹوٹے

دنیا جو اب تمہارا معشوق تھا وہ پاگل
تم سمجھتے تو ہوتا اظہار مصرع مکمل
اٹھتے جو تم تو اٹھتا تعظیم کو …
چلتے تو ساتھ چلتے آداب ہر …

اب وہ صفات تم سے رخصت ہوئی ہیں بھائی
جو کر رہے ہو غلط ہے ذہن سے غائب سمائی

ہو سنسکرت بھاشا یا پارسی و تازی
ہو صورت صفا ہاں یا …
ہو جادہ حقیقی یا عشوہ مجازی
ہے رنگ سب میں یکساں …

جو بات جس زباں پہ دیکھوگے تم ادب کی
ہے قفل ایک اوس کا کنجی الگ ہے سب کی

شیراز میں تھے رہتے یا ساکن عرب تھے — مسکن کہیں ہو لیکن مجموعہ ادب تھے
نسخے شفا کے بنتے ملتے کہیں نہ ڈھب تھے — اس ہی سبب سے جو تھے عظمت کا سبب تھے

پیچھے ادب میں اپنے آداب شاہ دیکھو
تیاری ہے کس ادب سے یہ شاہراہ دیکھو

اب ہے ادب سے یہ مطلب [illegible] اپنے ادب کو — جو چیز اوس میں کیا ہے دکھائی کیوں اس پہ پر غضب ہو
کیوں [illegible] اسطرح حال اب ہے — کیوں [illegible] اسطرح روز و شب ہو

سا نفس کو جگر دو اپنے اپنے ادب کو پیار دو
جواب اوس کی باؤ اپنی زباں میں لکھو

ہر شعر میں ادب میں اک فلسفہ ہے پنہاں — دیکھو جو تم کے [illegible] دیکھو عرب کے فرماں
[illegible] بنا ہم [illegible] — [illegible] سے گلستاں

اوس سے ادب کا نمونہ تھا اوس سے بناؤ
جو بڑھ لیا گھٹا تو جو گھٹ گیا بڑھاؤ

جو جو [illegible] میں ہر قوم کا ادب ہے — جو جاں کنی سے اپنی افسوس حال بلب ہے
[illegible] دوستی کا جو اک بڑا سبب ہے — جو اولاد [illegible] سے مطمئن روز و شب ہے

بگڑے ہمارے صدہا کام اوس نے تھے بناۓ
بے شبہ اوس ادب نے اپنے کیۓ پر لاۓ

انگلش مذاق تمکو آئے نہ راس اتنا — ممکن نہیں [illegible] دولو کا ایک ملنا

وہ ملک کے ہیں مالک تم اون کی ہو رعایا   مفتوح کا مساوی درجہ ہوا نہ ہوگا
طاقت تو پہلے کرلو ہاتھوں میں پلٹکل کی
پھر سب نکال لینا جو آرزو ہو دل کی
مفتوح اور فاتح رکھتے ہیں اک تفاوت   ہرگز نہ ایک ہو دیں کمزور و اہل طاقت
ہر ملک کے خصائص رکھتے ہیں خاص عادت   یکساں کرے نہ سب کو دنیا میں ور فطرت
سیاح کو جہاں کی کرنا ہے سیر ممکن
دریا کے دو کنارے ہوں ایک غیر ممکن
نوکر ہیں ہم نہیں ہیں انگلش کی طرح آقا   وہ بادشاہ ہمارے ہم اون کی ہیں رعایا
ہم جج ہوں یا کلکٹر حاکم نہیں ہیں حاشا   اون کی زبان ہے آئین قانون اونکا منشا
ہم اون سے مانگ سکتے سب کچھ ہیں ای برادر
لیکن نہیں ہے ممکن جو ہو سکیں برابر
کیوں باپ تم سے ناخوش کیوں ماں ہے تم پہ نالاں   کیوں ہنستے تمپہ ہندو کیوں روتے ہیں مسلماں
کیوں ہیں حبیب روٹھے کیوں ہیں رقیب خنداں   حکام کیوں ہیں برہم محکوم کیوں پریشاں
ان سب کی ہے یہ علت چھوٹا ادب ہے تم سے
کرتا نیا تملق جھوٹا ادب ہے تم سے
ہندوستان میں ہر سو جو غل ہی کانگرس کا   بنگالی اور مرہٹے جسمیں ہیں صرف غوغا
ہیں اوس میں اچھی باتیں اکثر صحیفہ آرا   ہر عقلمند اون کو بیشک کہے گا اچھا
لیکن اونہوں نے اپنی جیسی صدا لگائی
وہ بے ادب صدا تھی جو غیر کو نہ بھائی

انگلش نے قبضہ پایا اس ملک پر ادب سے — دیکھو بغور پڑھ کر انگلش کے عہد نامے
لکھے ہیں افسروں نے راجوں کو جو خریطے — از روئے عقل سمجھو اون کے اثر ہیں کیسے
تاثیر سے ادب کی جو کچھہ اونہوں نے پایا — وہ دوسری طرح پر ہرگز نہ ہاتھہ آیا
راجوں سے پہلے انگلش گرتے تھے بات بات پر — آقا جیسے اپنے کرتے ادب ہیں نوکر
اردو و فارسی میں کھولا ادب کا دفتر — آخر ادب نے چھوڑا اونکو بنا کے قیصر

اڑنے لگا پھریرا جب ملک میں علم کا
تب سر کیا قلم نے تلوار سے قلم کا

گر چاہتے ہو دل میں غیروں کے گھر بنانا — گر چاہتے ہو اپنا اجڑا محل بسانا
منظور ہے جو تم کو قسمت آزمانا — گر چاہتے ہو ظاہر تم سے ہو فعل اول

تو کر لو یاد اپنے بھولے ہوے ادب کو
پھر بات دے سکو گے باتوں سے اپنی سبکو

ہر بات میں ادب کو سمجھو تم اپنا رہبر — ہر بات میں ادب کو سمجھو ہے خضر پیکر
یہہ تاج ہے تمہارا سرتاج ملکشاہ قیصر — یہہ ہے تمہارا بھائی یہ ہی تمہارا نوکر

ہوتے ادب سے دیکھے دنیا میں دوست دشمن
روشن وہ گھر ہے جسمیں شمع ادب ہے روشن

اللہ کی ہو رحمت سید نے تھا یہ چاہا — کالج میں جمع کر دیں مجموعہ اک ادب کا
جسکو کہ دیکھیں لڑکے برتیں وہ طرز انشا — ہر درجہ کا تفاوت سمجھے ہر ایک لڑکا

لیکن یہ کام ابتک یوں ہی پڑا ہوا ہے
کر لو اسے مدون یہ قوم کی دوا ہے

انگلش سے تم نے سُنکر تقریر فاتحانہ — انگلش میں تم نے پڑہکر تحریر فاتحانہ
آنکھوں کے آگے رکھکر تصویر فاتحانہ — ادن کی دعائیں پاکر تاثیر فاتحانہ
تم نے بھی ادنکے پیچھے ہے آپ کو لگایا
پتھر ملے ہمیں تم ہیرا انہوں نے پایا
معدن پہ تم کھڑے ہو لیکن نہیں سمجھتے — ہوتا ہے لعل کیسا ہوتے ہیں کیسے ہیرے
معدن سے تم نے پائے بلور کے ہیں ٹکڑے — تم کو وہ نور سمجھے بلور ہی کو اپنے
اے کاش یہ نہ لیتے ہیرے کے بدلے پتھر
لیتے تو چنکے لیتے یاقوت و لعل و گوہر
مشرق ادب میں سب پر رکھتا جدا ہے فطرت — اسکو خلاف ادسکے آزادیوں سے نفرت
ہے چاہتی ادب کو ہر ایک کی طبیعت — چھوٹے بڑوں کے آگے جھکتے برسم عادت
ادنیٰ ہوں یا کہ اعلیٰ ہوں دوست یا کہ دشمن
ہیں سب ادب کے جویا رہبر ہوں یا کہ رہزن
اکبر کے نورتن میں علامی اور فیضی — دونوں ادب کے پتلے گزرے جہاں میں نامی
جو بات جس ادب سے دیکھو تم ادنکی لکھی — تمییز ہوئی ہے لازم اردو میں مشق ادسکی
انگلش میں تمکو لازم منشاء ادسی ادب کا
تصویریں سو بناؤ لیکن ہو ایک چہرہ یا
یحییٰ برمکی کے حسن ادب کو دیکھو — جتنے ادیب گزرے لفظوں کو سب کی دیکھو
سعد اللہ خاں کے لطف حسن طلب کو دیکھو — کس طرح سر رگڑتے جوش غضب کو دیکھو
بڑھ جاؤ دل لگاکر آئین اکبری کو

دیکھو ادب سے لیکر توقیع سنجری کو

تم شاہنامہ لیکر چھانٹو ادب کی باتیں　　اس کو نہ دیکھو اوسمیں لکھی ہیں کب کی باتیں

تم دیکھہ لوگے اوسمیں پاؤگے سبکی باتیں　　اظہار غم کی شکلیں لطف و طرب کی باتیں

اوسکے ادب سے پیارو اپنا ادب بناؤ

اُردو میں فارسی کی شانِ ادب دکھاؤ

[illegible]زی کے گر نمونے ہوجائیں کچھہ میسّر　　اونکو ادیب سمجھو رکھو تم اپنے سر پر

ملجائے فارسی میں گر عالمانہ دفتر　　انگلش نے جس ادب کو اپنا کیا ہی رہبر

ان سب کو جمع کرکے مجموعہ اک بناؤ

انگلش زبان میں اپنی وضع ادب دکھاؤ

شہر لندن کا فوٹو

سناؤں تمہیں حال لندن کا یکسر　　جو ہے آج فردوس دنیا سراسر

نہیں کوئی شہر دنیا میں اوسکا ہی ہمسر　　نہیں ایک بھی کشور اوسکے برابر

یہہ ہے قول احمد[۱] کا میرا نہیں ہے

کہ دنیا میں بہشت یہہ سرزمیں ہے

یہ لندن میں رہتے ہیں انگریز سارے　　وہ چھٹکے ہوئے ہیں زمیں پر ستارے

مکان اور بنگلے ہیں کیا پیارے پیارے　　صفائی پہ انسان دل و جان کو وارے

۱؎ احمد افندی سیاح یورپ

ہوا ٹھنڈی ٹھنڈی جو چلتی وہاں ہے
وہ بادِ نسیمِ سحر بے گماں ہے

جو پانی کو دیکھو تو ماءِ معین ہے　　کوئی چیز مخلوط اوس میں نہیں ہے
بڑا انتظام اوس کا اے ہمنشیں ہے　　لگا پمپ ہر گھر میں بہر مکیں ہے

کریں امتحان ڈاکٹر روز اوس کا
ہر اک قطرہ پایا دل افروز اوس کا

ہیں سطح سمندر سے کھینچتیں ہوائیں　　جو پیپوں میں ہو کر گھروں میں سمائیں
جو میلی ہوا ہو اوسے وہ اڑائیں　　تر و تازہ جھونکے ہوا کے چلائیں

غرض انتظام ہوا جو وہاں ہے
تر و تازہ اوس سے ہر اہل مکاں ہے

بنایا ہے مٹی کو لنڈن نے ایسا　　کہ چینی سے بھی بڑھ گیا اوسکا رتبہ
لئے آگ سے کام وہ اوس نے اونچا　　کہ عقل ارسطو کو ہو جائے سکتا

دھواں بھاپ بجلی ہیں لنڈن کے بس میں
ہزاروں کرشمے ہیں ہر ہر نفس میں

سجاوٹ وہاں کی ہے مشہور عالم　　قرینے سے ہر چیز رکھی ہے باہم
ہے ترتیب ہر شے کی کیا خوب ہمدم　　کہیں یہ نہ دیکھا جہاں میں ہے برہم

مکانات دیکھے تو شفاف دیکھے
مکیں اون کے اکثر خوش اوضاع دیکھے

غرض یہ کہ اس طرح کی زیب و زینت　　یہ ان کا سلیقہ یہ جوش مسرت

یہ افراط اشیا یہ ہر شے کی کثرت   یہ تمیز خاص اور یہ عام حالت
جو لندن میں دیکھی وہ حصّہ ہے اوس کا
سُنائیں تمہیں اب جو قصّہ ہے اوس کا
ہیں آب و ہوا کے اثر یاں نرالے   نہیں ہند کی طرح یاں آہ و نالے
یہاں کا کوئی شخص غم کو نہ پالے   ہیں سو سو برس کے سوا عمر والے
ترنگیں جوانوں کی بوڑھوں میں پائیں
خوشی کی تمہیں باتیں وہ دل میں سمائیں
زنان پری چہرہ ہر ہر مکاں میں   ٹہلتی ہوئی جیسے حوریں جنانیں
وہ حسنِ تکلم زباں میں بیانیں   وہ لطف تبسم چھپا ہر زباں میں
وہ شورِ ملاحت وہ شیریں بیانی
وہ ناز و ادا اور وہ نوجوانی
وہ لب اور ہائی ڈیر کی صدائیں   وہ انگڑائیاں جو محبت سے آئیں
وہ آنکھیں جو دیکھے سے دل میں سمائیں   وہ پلکیں جو سینوں میں نیاں چھبلئیں
وہ تن تن کے بڑھنا وہ بڑھ بڑھ کے چلنا
وہ نیچی نگاہوں سے دل کو مسلنا
وہاں جو ڈیوک اور جو لارڈ پائے   نظر ایسی تہذیب کے بہرہ آئے
امیرانہ حالت جو ہیں قراں بنائے   وہ تہذیب میں اون سے بھی ہیں سوائے
جو ہیں شاہی اور مذہبی کام رکھتے
وہ تہذیب اخلاق ہیں عام رکھتے

جو ہیں چوتھے طبقے کے ممتاز انساں   وہ ہیں تاجر و نوکری پیشہ آرتساں
ہے افراط اخلاق اونمیں نمایاں   ستائش کے قابل ہیں یہ سب ہی یکساں
رہے اور جو پانچویں طبقے والے
خدا کام اون سے کسی کا نہ ڈالے

ہے انگریزوں کی عادتوں میں صفائی   نہیں اونکے اخلاق میں کچھ دغائی
ملیں دوست سے اپنے جسطرح بھائی   کریں لیڈیاں بھی بڑی جاں فزائی
مگر کوئی مطلب کو چھوڑے نہ اپنے
کبھی قوم سے منہ کو موڑے نہ اپنے

تجارت میں دیکھا تو ہیں فرد کامل   صناعت میں ہیں سب کے آگے ہی اول
زراعت کو بھی کرتے جاتی ہیں حاصل   ہیں دنیا کے استاد حرفت میں قابل
نہیں آج دنیا میں ہمپایہ اون کا
زمانے پہ ہیں دیکھتے سایہ اون کا

کریں آٹھ ارب روپئے کی تجارت   تمامی جزایر پہ ہی اونکو قدرت
ہے بتیس سو لاکھ اون کی رعیت   خدا کے سوا کس کو معلوم دولت
مربع نو دلاکھ میل آپ جائیں
وہاں تک زمیں خاص انگلش کی پائیں

نہ دنیا میں ایسی کوئی سلطنت ہے   نہ اوس کے برابر کوئی مملکت ہے
نہ ایسی کسی بادشہ میں صفت ہے   نہ یہ دولت و ثروت و مکنت ہے
نہ گزرا کوئی شاہ ذی جاہ ایسا

نہ دنیا میں اب ہے شہنشاہ ایسا
زیادہ ہے فغفور سے اوسکی شوکت   شہنشاہ روس سے بڑھکر رعیت
فرنچ اور جرمن سے کیا اوسکو نسبت   زمانہ سے بڑھکر ہے اوسکی تجارت
نہ ٹرکی نہ ایران مقابل ہے اوس کا
نہ امریکہ کو رتبہ حاصل ہے اوس کا

بادشاہ لندن

ہے اب ساتویں اڈورڈ کا زمانہ   جو ہیں بادشاہوں میں فرد یگانہ
ہے دنیا میں سطوت کا اونکی فسانہ   ہے ظاہر جہاں پر جلال شہانہ
ہیں وکٹوریہ کے وہ فرزند اکبر
ہیں ہندوستان کے شہنشاہ و قیصر

پرنس آف ویلس

پرنس آف ویلس ولی عہد دولت   ہیں تشریف لائے برسم سیاحت
ہے تعلیم شاہانہ کی خاص شہرت   شریفانہ رکھتے مذاق طبیعت
کیا سب نے سامان تحفہ و ہدایا   میں گلدستہ اردو کا ہوں نذر لایا

زبان تا دہن میں رہی نطق آرا
بیان تا رہے حرف آموز انشا
زباں سے ہوں تا نظم اور نثر پیدا
زبان کا چلے تا زمانے میں سکا
یہ گلدستہ زینت دہِ بوستاں ہو
یہ اُردو ظفر یاب ہندوستاں ہو

بیادگار جشن جوبلی چہل سالہ اعلیٰ حضرت نظام الملک آصف جاہ
نواب میر محبوب علیخاں فرمانروای حیدرآباد خلد اللہ ملکہ و اقبالہ

دکن ہے مایۂ صد ناز غیرتِ بلاد
بھلائے یاد دکن کی مراغہ و بغداد
ملی ہے شہر کو تزئین مکہ مسجد سے
جواب مسجد اقصیٰ ہے جو بے زیاد
جو یادگاریں ہیں شاہان قطب شاہی کی
ہے بام اوج فلک اونکی رفعت بنیاد
وہ یادگار الورا کی اور سلطان جنٹا کی
بنا گئے جنہیں عہدِ قدیم کے اُستاد
یہ سب دکن میں ہیں اسرار مصر کا ثانی
دلائیں عہد گزشتہ کی حال میں جو یاد
خدا کے فضل سے اب پایۂ تخت ملک دکن
بنا حضور کے دم سے ہی دوسرا بغداد
وہاں بھی شیعہ وزیران سلطنت برمک
یہاں وزیر ہوئے راجہ کشن پرشاد
وہاں تعصب مذہب کا دخل تھا نہ کہیں
یہاں بھی قید سے مذہب کے ملک ہی آزاد
وہاں تراجم علمی کی سلطنت شائق
یہاں بھی کرتے ہیں اس کام کو کئی استاد
وہاں شکار ہرن کا یہاں ہے شیر دنکا
یہیں تفاوت ہے شہ تا خلیفۂ بغداد

ہمارے شاہ دکن اور خلیفۂ عالم
ہیں دونوں فخر مین آبا کی نامی اولاد

عرب کا اون سے توان سے عجم کا نام ہوا
حضور اقدس اعلیٰ سے دونو گھر آباد

جناب شبلی و حالی و داغ نام آور
چلن سے حالی کے ہین فیضیاب نقد مراد

ہمارے داغ وہاں جاکے ایسے گم کر تھے
بھولکر اونہیں دلی کی پھر نہ آئی یاد

امیر کو بھی کیا تھا طلب حضور نے لیک
تھے قدر دان سخن راجہ کشن پرشاد

سیاست مدنی میں ہے خاص نام آور
بہت سے کامونکی ڈالی گئی نئی بنیاد

کئی خیال وہاں پیش پا فتادہ ہیں
کہ تھوڑے غور سے اونکی درست ہو بنیاد

ہے سیندھی بکتی جو تمہارے پڑھوت میں
نعوذ باللہ وہ ہے زہر قاتل جلاد

ہوں جسکے سڑنے سے پیدا وہ جرم ہر طرح کے
کہ جس سے خوف ہو طاعون کو بھی مثل نہاد

اونہیں ہو حکم کہ توڑیں تمام دکاندار
پولیس ہو نگراں اونکی ڈاکٹر استاد

ہو حاکم کوئی نہ بیچے بری طرح اسکو
منادی اسکی کریں ساری شہر میں مناد

ملائی جاتی ہیں جڑیاں جو ادویہ میں ہر ملکی
دیا بعض دہوئیں دیتی ہیں ستم ایجاد

یہ ساری چیزیں رعایا کو سم قاتل ہیں
کریں جو صحت جمہور خلق کو برباد

بظاہر اسنہ ہو معلوم لیکہ باطن میں
اثر ہو عام میں پیدا مریض ہو اولاد

یہ کسبیاں جو ہیں بام آشنائی قلعہ طور
یہ کسبیاں جو ہیں جو با نقد حسب مراد

بہہ فاحشات جو فوجوں کے لوٹ لیتی ہیں
غضب کی مشق ستم میں ہیں یہ بر استاد

یہ کسبیاں جو لب بام جلوہ آرا ہوں
ہے ان کے ہاتھ جوانوں کی زندگی برباد

وہ جنکی بات سے لڑکے خراب ہوں گھر کے
وہ جنکی ذات سے گھر کی ہیں بیبیاں برباد

انہیں ہو حکم کہ تم دور ایک سمت بسو
یہاں سے جاکے کہیں ایک سمت ہو آباد

فلک نما کی طرف شہر کا ہے وہ حصہ — کیا جسے امراے دکن نے تھا آباد

ہو اوس طرف کو ترقی شہر میں کوشش — کہ اوس سے زینت بلدہ ہو اور سے زیاد

ندی جو نام کی موسی ہے اوس سے یہ نکلیں — وہ بارہ چشمے جو ہوں نور بخش چشم سواد

بنے وہ گھاٹ جو ہو گھاٹ میں حسین نکلے — لگے دو باغ جسے دیکھکر ہو ہر دل شاد

براے سیر پڑی کشتیاں ہوں رنگ برنگ — کوئی ہو بجرہ کوئی گلکل اور کوئی پنساد

یہ خرچ کون دے میونسپل کے ذمے ہو — معاونت ہو امیروں کی شاہ کی امداد

جو امر دینی کے احکام شرع میں آئے — پڑی ہے قوم کی جنکے اصول پر بنیاد

کریں نہ اونکے ادب میں خیال گستاخی — کریں نہ ہاتھ سے تہی ہم اپنے آپ و نہیں برباد

جو روشنی ہے ملی آفتاب مغرب سے — اوسے اندھیری سی بدلیں صاحبان ارشاد

ملائیں ڈاکٹری سے طب دریدہ کو — دکن کی خاک سے اکسیر کی کریں ایجاد

بناوہ شہر میں دار العلوم کی ڈالیں — کہ ہو لحاظ میں دلوں سی مراغہ و بغداد

منگائیں یورپ امریکہ اور جرمن سے — ہوئے علوم و آلات جو نئے ایجاد

کرائیں ترجمے سارے علوم یورپ کے — دکن میں لندن و پیرس کی ڈالدیں بنیاد

مصارف ان کے نکالیں کمی نہیں ہے ہم — فلاسفی کو بنائیں خیال کا استاد

دکن اتنی ہیں گنجائشیں ترقی کی — کہ اونکی حد نہیں کہتا ہوں اونکو بے تعداد

اگر وہ غیر سے جاپان پر نگاہ کرے — تو دیکھ لے وہیں جاپان دوسرا آباد

دکن کی صنعت و حرفت کو پھر کریں زندہ — کریں وزیر و امیر اپنے ملک کی امداد

ضرورتوں کے موافق ہوں پھر سے کام آور — دکن کے بندر و گلبرگہ اور جلد آباد

درنگل ایک ہے ایسا مقام جس جا پر — بہت سے کام نکل سکتے ہیں بحسب مراد

بھرے دکن کے صحاری ہیں اون درختوں سے — کہ اونکی یورپ و امریکہ میں ہو قدر زیادہ

زمین تمام ملگانی کی ہے وہ زرخیز — ہوں بندوبست سے جسکے پچاس لاکھ زیادہ

کئی پہاڑوں میں لوہے کی ایسی کثرت ہے ۔۔۔ جو ایک آنچ میں اکسیر ہے بحسب مراد
اٹھا سکیں لوہے سے وہ فائدہ جو سب چاہیں ۔۔۔ نکالیں معدن آہن سے سینۂ فولاد
دکن کو اپنی تباہی کی کچھ نہیں پروا ۔۔۔ کیا ہے قرض نے ہر ہر امیر کو برباد
پڑے اٹھائے ہیں مفاسد میں سازشیں پیہم ۔۔۔ لئے ہیں دام و قفس جا بجا کھڑے صیاد
بنایا ملک دکن کو ہے تھیٹر ایسا ۔۔۔ نئے تماشے نئے کھیل ہیں نئے استاد
برار کے لئے جو جا کے لارڈ کرزن نے ۔۔۔ سپیچ کی وہ فصیح و بلیغ اک ارشاد
کرا دیے ایک ہی تقریر کر دی یعنی یہ ۔۔۔ دیا حضور نے ملک برار حسب مراد
ہے تین لاکھ سے اسکی زیادہ آبادی ۔۔۔ خدا رکھے اسے دنیا میں سرسبز آباد
تمام ملک میں جو ہے نظام کا گلشن ۔۔۔ کرور سے ہے زیادہ نفوس کی تعداد
حضور کی جو ہوئی جوبلی چہل سالہ ۔۔۔ دلوں میں گونجتے ہیں نعرہ مبارکباد
برآئی ملک کی مدت سے آرزو جو تھی ۔۔۔ ہوا نگین ریاست پہ نقش حسب مراد
کئی مہینے رہے سب امیر محو طرب ۔۔۔ کئی مہینے غریبوں کی کی گئی امداد
شب برات رہی رات روز عید کا دن ۔۔۔ وفور عیش کی شکلیں ہیں نئی ایجاد
رہی وہ شام و سحر وقت شادی عشرت ۔۔۔ ملی حسینوں کو دم بھر نہ فرصت بیداد
ہوا ہے جشن جہانگیر شاہ آصف کا ۔۔۔ رہے صحیفۂ تاریخ میں ہمیشہ یاد
دکن ہے نازش دوراں حضور کے دم سے ۔۔۔ وزیر جوش مسرت سے ہیں سراپا شاد
خوشی منائی گئی اس کی ہر طرف سب میں ۔۔۔ میں بھیجتا ہوں یہ لاہور سے مبارکباد
ارادہ میں نے کیا ہے کہ اک لغت لکھوں ۔۔۔ جو ہو زبان میں اردو کی رہنما استاد
جہاں میں کوئی نہیں یادگار ہے ایسا ۔۔۔ جو ہو کتاب سے بڑھکر جہاں میں لائق داد
گیا دکن میں ہوں دوبارہ اس سے پہلے میں ۔۔۔ ملی وزیروں سے ہر طرح کی مناسب داد

عنایتیں بھی ہوئیں ہیں ترے کمال پہ مبذول | رعایتوں نے کیا مجھکو موردِ امداد
مگر ہی ابتو امید قبول اوس سے سوا | کہ ہیں سخن کے شناسا دکن میں حضرت شاد
جناب شاد ہیں شاگرد خاص صفت کے | حضور آج ہیں اردو کے بے بدل استاد

دلّی

یہ ملک ہے اک شہر تو بازار ہے دلّی | ہر جنس گرانمایہ کا انبار ہے دلّی
مٹنے پہ بھی ہے رشک دہ روئے حسینا | اس حال میں بھی غیرتِ امصار ہے دلّی
تا چرخ [illegible] | جب سے یہ تہِ تربت و تاتار ہے دلّی
اردوئے معلّی کا نشان اسکی زبان ہے | اردوئے معلّی کی علمدار ہے دلّی
معشوقوں کو ہر طرح کے انداز سکھائے | عشاق کو معشوقۂ دلدار ہے دلّی
جو اگلے زمانے کی ہیں کچھ صورتیں باقی | اون صورتوں سے نازشِ امصار ہے دلّی
اک مسجدِ جامع ہی ادا لاکھ بناوٹ کی برابر | سرمایۂ صد زینتِ گفتار ہے دلّی
بیمار کو بیٹھے سے شفا ہوتی ہے حاصل | ہر درد کا ہر رنج کا تیمار ہے دلّی
ہیں جذب و سلوک اسکے رخِ پاک پہ مفتون | اسباب میں اک معدنِ اسرار ہے دلّی
شمس العلماء ہیں جو نذیر احمد و حالی | ان صاحبوں سے مطلعِ انوار ہے دلّی
وحدت کی طلبگار ہے کثرت میں ہمیشہ | یکتائی میں اک شرک سے بیزار ہے دلّی
تاریخ میں سب شہروں پہ حاصل ہے تقدمت | عبرت گہِ چشمِ اولی الابصار ہے دلّی

اکبر آباد

اکبر آباد شہر ہے مشہور | پایۂ تخت شہنشہ اکبر
اب تو جو کچھ ہے ہے مگر پہلے | تھا یہ دلی کا دوسرا ہمسر
پرتگیزی و پرتگالی تھے | ناصیہ سائے درگہہ اکبر
روم و روس و فرانس کے سفرا | آستان بوس ہوتے شام و سحر
روضۂ تاج گنج کا ثانی | آئے دنیا میں ایک جا نہ نظر
سات دنیا کے جو عجائب ہیں | اون میں یہہ بھی ہے تا رشک کشور
سجدے کرتی یہاں نگاہ ادب | رشک اصنام اس کا ہر پتھر
جب تصدق ہوئے جواہر یاں | تب کہیں اون کو یہہ ملا جوہر
سنگ مرمر پہ سنگ موسیٰ نے | کیا نمایاں کیے کمال ہنر
اون کا لکھنا ہے ہاتھ سے مشکل | آیتیں جو ہیں کندہ پتھر پر
دیکھکر اوس کو دنگ رہ جائے | جو ولایت سے آئے انجنیر
سب جواہر اکھڑ گئے اس کے | رہ گئے بعض نام کو پتھر
ہے یہہ عالی بنائے شاہ جہاں | آگرہ میں ہے جنت دیگر
مقبرہ اعتماد کا ہے یہیں | تھا جہانگیر کا جو خاص خسر
وہ بھی لاثانی اک عمارت ہے | وہ بھی ہے رشک تاج گنج دگر
ہے کشادہ لسان دست کرم | جہاں ہے قبر شہنشہ اکبر
دیکھئے گر مکان تو رفعت میں | آسمان ہے زمین کے اوپر

چوٹ لگتی ہے اوس کے دیکھے سے
دل پہ ہوتا ہے ایک خاص اثر

نام اوس کا سکندرہ رکھا
کیونکر اکبر تھا مثل اسکندر

قلعہ جو ہے یہاں کنار زمین
وہ ہے دلی کے قلعہ کا ہمسر

ایک صورت ہے ایک سا نقشا
ایک سی وضع ایک سا پتھر

ہیں جو دیوان خاص و عام وہاں
وہ بھی نقل اس کی ہیں بطرز دگر

اب ہے اکبر کے قلعہ میں اڑتا
رایت فتح و نصرت قیصر

لکھنؤ

آہ کیا ویران ہوا ہے گلستان لکھنؤ
مٹ گئے افسوس کیا کیا ہیں نشان لکھنؤ

ہو گیا اس باغ گلشن پہ چھائی بیخودی
دیکھکر حیران ہوا وہ عز و شان لکھنؤ

پڑ گئے نادیدہ [illegible] کی زحمت گری
آ گئے زد میں نظر کی مہوشان لکھنؤ

جان نکلی لکھنؤ کی جسم خاکی رہ گیا
جان عالم لے گئے تاب و توان لکھنؤ

واجد علی شاہ کا لقب

اب کہاں وہ بادشاہی فوج جنگی [illegible]
تھا سر دل پہ جھنڈے لہراتا نشان لکھنؤ

اب کہاں وہ بھیڑ [illegible]
اب کہاں وہ اہل دربار و شہان لکھنؤ

دور آخر [illegible]
اب نظر آتے نہیں وہ رتبہ دان لکھنؤ

تھے فدا سے ملک [illegible] جو اسیر لکھنوی
اب وہ جنت کو سمجھتے ہیں جہان لکھنؤ

ہو گئے [illegible] مصحفی میر و سودا [illegible] امیر
اونکی استادی ہی نازش شاعران لکھنؤ

مولوی و مجتہد صوفی و شاعر جو ہوئے
سب وحید العصر تھے فخر زبان لکھنؤ

اب بھی جو باقی پڑی ہیں چشم بد دور ای فلک — لعل اندر کیسہ ہیں وہ درمیان لکھنؤ

ابرو و مژگاں جاناں کی اشارے دیکھ لو — ساتھ چلتے ہیں بہم تیر و کمان لکھنؤ

عمر بھر باتوں کو اوسکی پھر نہ بھولیں نوجوان — ایک بڑھیا سی جو سن لیں داستان لکھنؤ

جو زباں سے ہو سنا وہ اوسکی ان دیکھی ہے بات — چشم گویا ہے وہاں کی ترجمان لکھنؤ

لالہ و گل کی جگہ گیندا چمن پیرا ہوا — کس بہار بیکسی پہ ہے خزان لکھنؤ

جا بجا بیٹھے دکانوں پر ہیں کہتے داستان — ہیں عجب سحر البیان افسانہ خوان لکھنؤ

جب طلسم حیرت افزا کا وہ کرتے ہیں بیاں — ہیں نقی لومات کرتے قصہ خوان لکھنؤ

یاں کے ہر انداز میں ترکیب اپنی ہے جدی — ہے جدا ہر شہر سے طرز بیان لکھنؤ

جان پڑ جاتی ہے بات تو نہیں وہ جب دیتے ہیں دم — سنگ عیسی سے ہیں ترشی کیا بتان لکھنؤ

تربیت میں عام کو دیکھو کہ پابند ادب — عجز و اخلاق و تواضع ہیں نشان لکھنؤ

ساتھ ان اوصاف کے عیار بھی اتنے ہیں — چاپلوسی کے ہیں خوگر عامیان لکھنؤ

لیک ایسے لوگ بازاری ہیں یا ذکر کیا — خاص کا شیوہ نہیں یہ درمیان لکھنؤ

ایک پیسے میں چلم حقہ ملے سینچے کیسا — زلف جاناں کا ہے ہمسر پیچوان لکھنؤ

کام بنتا ہے چکن کا وہ نفیس و باصفا — جس سے کھل جاتا بدن پر گلستان لکھنؤ

لکھنؤ میں دیکھئے استادیاں ہر کام کی — دوسری جا سے ملے سستا گران لکھنؤ

یاد اوسکی خستگی کا عمر بھر آئے مزا — کھائے گر شیرمال و تافتان لکھنؤ

عشرہ و ماہ صیام و عید پر کیجے نظر — پھرتے ہوں گے ہر گلی کوچہ میں خوان لکھنؤ

مسجدوں کی فطاری سی شام کو دیکھو بھری — جو لوجہ اللہ بھیجیں صاحبان لکھنؤ

پچھلی شب لیجئے سحر گاہی ہیں پہر کہتے نقیب — تا نہ بھوکے پڑ رہیں محتاج نان لکھنؤ

چین کا پیکن ہے وہ ہے اصفہان یہ انکا
ہند کا پیرس نظر آئے جنان لکھنؤ

غدر سے پہلے یہ سب شہروں سے اول شہر تھا
گھٹ گئی دو ثلث تک اب مردمان لکھنؤ

آجکل دو لاکھ سے ہیں کچھ زیادہ مرد و زن
پہلے تھی چھ لاکھ سے زائد میان لکھنؤ

ڈھہ گئے صدہا مکان و قصر شاہی ہاے وہ
ہو رہا جنگل ہے کوسوں بوستان لکھنؤ

تھے امین آباد سے تا چوک جو قصر رفیع
اب وہاں ہوتی ہے کھیتی درمیان لکھنؤ

مٹ گئے اسپر بھی سارے شوق دل کے سیر
ہیں عجب خوش طبع سب باشندگان لکھنؤ

کاش آمادہ ہوں یہ جشن تمدن کیلئے
تو جلا دیں لکھنؤ کو نسیم جوان لکھنؤ

اس شہر کی شہر میں ہے وہ آپ ہی اپنی نظیر
جانتے ہیں اوس کی خوبی تجربہ دان لکھنؤ

علی گڈھ

انگریزی کی تعلیم کا خواہاں ہے علیگڈھ
تہذیب کا مغرب کی دبستان ہے علیگڈھ

اسرار نہفتہ کی ہے وہ شمع شبستان
اک راز چراغ تہ داماں ہے علیگڈھ

مغرب سے ہوا جلوہ نما نیر تاباں
اُس مہر کا یہ مطلع رخشاں ہے علیگڈھ

محمود در علم ہیں سید ہیں مدینہ
یہ لوح دکھاتا سر عنوان ہے علیگڈھ

شیعوں نے تفقہ سے تقیہ کیا حاصل
اس مسئلہ میں کامل دوران ہے علیگڈھ

اسلام کا جو مسئلہ ہے اوس کے موافق
تائید میں اوس کے گہر افشاں ہے علیگڈھ

علامہ حلی ہوں کہ غزالی و رازی
معقول کا ہر ایک کی خواہاں ہے علیگڈھ

کچھ شیعہ و سنی کی اوسے قید نہیں ہے
کافی ہے اوسے بس کہ مسلمان ہے علیگڈھ

عبداللہ[1] و شوکت[2] ثقلین[3] اور محمد[4]
ایک رہتا ہے سورج[5] بھی یہاں برج حمل میں
علامہ شبلی کا سخن سنج ہے کالج
ہر طرح سے لکھتے پڑھتے طلبہ انہیں ہیں درس کے
لکچر کی اگر ہو نگرانی پہ توجہ
غربت میں یگانے کو وہ بیگانہ بنائے
اڈریس قصیدوں کی جگہ نثر میں لکھے
تعلیم میں جمعیت قومی کا ہے خواہاں
ہیں زندگی قوم کے اسباب فراہم
بایں اوصاف کئی باتیں ہیں ایسی
تعلیم کے سامان ہیں بہت کچھ جو ہے حاصل
شبلی کو بھی دشوار ہے تاریخ کا لکھنا
جب یاد مجھے آتا وہ ہے اک وقت کا نقشا
تاریخ میں تنقید و درایت ہیں ضروری

ان لوگوں سے تعریف کے سامان ہیں علیگڈھ
تھوڑے سے کچھ اوس کی فروزاں ہے علیگڈھ
فہامۂ حالی کا سخندان ہے علیگڈھ
اک نقطہ جو ہے ورنہ تو بیجاں ہے علیگڈھ
تو قوم کے لڑکوں کا گلستان ہے علیگڈھ
دولت سے امیروں کا ثنا خواں ہے علیگڈھ
گو نظم نہیں نثر کا دیوان ہے علیگڈھ
شیرازہ اوراق پریشان ہے علیگڈھ
تعلیم کا اک چشمۂ حیوان ہے علیگڈھ
جس سے کہ ابھی مورد نقصان ہے علیگڈھ
مذہب میں مگر بے سر و سامان ہے علیگڈھ
مشکل ہے وہی جو کہ آسان ہے علیگڈھ
اک پردۂ شرنگ میں پنہاں سا ہے علیگڈھ
اسباب میں اک شہر خموشان ہے علیگڈھ

[1] مسٹر عبداللہ بی۔ اے۔ ایل ایل بی سکرٹری تعلیم نسواں۔ [2] شوکت علیخاں صاحب بی۔ اے امیوری اسسٹنٹ اوپیم ایجنٹ۔ [3] خواجہ غلام ثقلین صاحب پرایوٹ سکرٹری نواب صاحب بہادر مالیر کوٹلہ۔ [4] مسٹر محمد علی خاں۔
[5] صاحبزادہ آفتاب احمد خاں صاحب ۱۲۔

بنارس

سینے کا وہ دل ہے دل جان ہے بنارس
اس جسم میں اس جان کی شایاں ہے بنارس

ہے وید مقدس کی اشاعت کا وہ ملوا
دنیا کی قدامت کا سخندان ہے بنارس

سب شہر ستاروں کی طرح سے ہیں چمکتے
اون شہروں میں خورشید درخشاں ہے بنارس

اگلی سی ترقی نہیں وہ علم و عمل کی
اس پر بھی ابھی نازش دوراں ہے بنارس

مذہب میں وہ ممتاز ہے من حیث و عمل کے
ہر قوم کی دلبستگی کا ساماں ہے بنارس

سائنس کا دربار ہے ریاضی کا سمندر
جو گوش کے لئے گوہر درخشاں ہے بنارس

اب تک نہیں بھولا ہے وہ آموختہ اپنا
ویدانت کا علامۂ دوراں ہے بنارس

گنگا کی وہ مستانہ روی یاد ہے سب کو
میلے کے سبب زینت دوراں ہے بنارس

معلوم ہے محویت ذوق میں ہمدم
زنار کہ تسبیح مسلماں ہے بنارس

سورج ہے ہر اک صبح کو گنگا میں نہانا
معشوق کا اک چہرۂ خنداں ہے بنارس

دو لاکھ کی آبادی ہے اس شہر کی لیکن
ہر قوم کا گہوارۂ جنباں ہے بنارس

پہلے یہ جمال رخ محبوب تھی کاشی
اب خال بیاض رخ جاناں ہے بنارس

ہیں برہمن اس شہر کے توحید کے عاشق
اس واسطے مطبوع مسلماں ہے بنارس

وہ صبح کو آمد شد انبوہ حسیناں
دیکھو تو گہ روضۂ رضواں ہے بنارس

بیماروں کو تفریح طبیعت سے شفا ہو
ہر اک مرض کے لئے درماں ہے بنارس

جنکی نظریں حسن پرستی پہ ہیں مائل
اون کے لئے اک دیدۂ حیراں ہے بنارس

اس دور میں جو شیفتۂ علم و عمل ہیں
اون کے لئے اب بھی دبستاں ہے بنارس

حلوائی ہیں اس شہر کے بےمثل جہاں میں — شیرینی سے اونکی شکرستان ہے بنارس
بانی ہیں ابھی چند جو صنعت کے نمونے — اون کا مونہہ پہ خود آپ بھی نازاں ہے بنارس
ہیں ریت میں گنگا کی ملے سونے کے ذرے — ماتھے پہ زمیں کے عجب افشاں ہے بنارس
ہیں شستری و برہمن اس شہر کے پیرو — ان شکلوں سے اندر کا پرستان ہے بنارس
گھاٹوں پہ دم صبح حسینوں کا نہانا — سورج کے لئے رشک کا سامان ہے بنارس
پڑتیں کلسوں پہ ہیں جو سورج کی شعاعیں — اور سونے سے دریا پہ زرافشاں ہے بنارس

اے اشہری اس شہر کی تعریف کروں کیا
بے شبہ و شک نازش جہاں ہے بنارس

بمبئی

ہے چار سوئے لندن بازار بمبئی کا — گلزار بن رہا ہے ہر خار بمبئی کا
ہے قلعہ نام رکھا انگلش جہاں ہیں رہتے — ہے حفظ خاص کرتی سرکار بمبئی کا
صدہا ہیں گرم خدمت انجن و ملیں مشینیں — ہر شہر سے سوا ہے بیوپار بمبئی کا
پانی کے نل لگے ہیں جاری ٹراموے ہے — دولت سے پٹ رہا ہے بازار بمبئی کا
خوجے ہیں بوہرے ہیں میمن ہیں پارسی ہیں — ان چار سے ہے جنگل گلزار بمبئی کا
مولود کی ہے محفل اعلیٰ ادب کا نقشہ — سوداگروں کا مجمع دربار بمبئی کا
اکثر مکان دیکھے ہیں سات سات منزل — اک اینٹ بھی ہے چلتا آثار بمبئی کا
جاپانی اور چینی ترک و مغل و انگلش — رونق پہ ان کے دم سے گلزار بمبئی کا

ریاضت

نیچر کی ریاضتوں کو دیکھو
تحریک و سکون کیا ہیں سمجھو

تحریکِ سکون بقدر طاقت
دیتی حرکت کو زور و قوت

کہتے ہیں ریاضت اسکو دانا
ہے فائدہ اس کا سب نے مانا

کرتے رہیں آپ گر ریاضت
ہو فعل مناسب طبیعت

تو آپ کو ہو وہ بات حاصل
جسمیں نیچر ہو آپ شامل

کرتا نہیں جو کوئی ریاضت
سمجھو ہے قریب اوسکی شامت

تحلیل فضول اس کا ہے کام
جمنے نہیں دیتی میل کا نام

تاثیر سکون میں موت کی ہے
ظاہر حرکت سے زندگی ہے

پتھر کا سکون سے ہے یہ حال
دیکھیں حرکت سے آگ جوال

آتا ہے نظر ہمیں مقرر
مصروف ریاضتوں میں نیچر

کس زور سے چل رہی زمیں پر
رکتی ہی کبھی کہیں نہیں ہے

دیکھو تو ہوا کی تم ریاضت
جس سے پیدا ہو خاص طاقت

جب آگ بھڑک کے لو اٹھائے
تب دوسری طاقتیں دکھائے

پانی کا تموج و تلاطم
کر دیتا ہے ہوش آگ کے گم

لیکن حد اعتدال بھی ہے
ہر فعل میں انفعال بھی ہے

صحت کو ضرور ہے ریاضت
لازم ہے کرو تم اسکی عادت

جو جوڑ ہیں ہلتے ہیں مفاصل
طاقت و نہیں اس سے ہو حاصل

آے معدے میں اس سے طاقت
پیدل چلو دوڑو گھوڑا دوڑاؤ
قرآن پڑھو اٹھکے صبح تم روز
جلتے ہیں طیور صبح اٹھکر
اس سے ہو اثر دل و جگر پر
تحریک صدا سے سینہ کھلجائے
معدے پہ ہوا دباؤ ڈالے
اچھی جو ہوا ہے جائے اندر
سنیںڈو کے اصول سب بجا ہیں
مگدر کا بدل ہیں اوسکے ڈنبل
ہر عضو کی ہے جدا ریاضت

تحلیل فضول ہو رطوبت
کرتب کرو اپنے داؤ دکھلاؤ
گانا بھی ہے اک شے دل افروز
ہیں چہچہے کرتے سارے یکسر
ہوں صاف جو راستے ہیں اندر
ظاہر باطن سے فائدہ پائے
جو انجرے ہوں پرے نکالے
میلی جو ہوا ہے نکلے باہر
انسان کو نسخۂ شفا ہیں
جس سے تن و توش میں ہو کس بل
سمجھو اس کو بقدر طاقت

وقت

آدمی کو وقت ہی ہر کام کا کافی ملا
پہلے اوسکو وقت کا ہوتا نہیں کچھ بھی خیال
جب وہ لڑکا تھا تو کہتا کہ ہو جاؤں جوان
جب ہوا چہرہ پہ اوسکی موچھ ڈاڑھی کا نکاس
اب اوسکو یہ فکر تھی شادی بھی ہوجائے کہیں

پر زمانہ اپنے وقت کو ضائع کرتا تھا
وقت کھو کر بعد میں پچھتایا پھر کیا کیا
ہر گھڑی وہ ڈاڑھی مونچھیں دیکھتا صبح و مسا
آئینہ میں ہر گھڑی وہ دیکھنے اونکو لگا
آئے بی بی حور وش خورشید پیکر مہ لقا

ملگئی بی بی بھی اوسکو خاندانی منتظر
بعد شادی کے ہوئی اولاد کی اوسکو ہوس
چند لڑکے لڑکیاں بھی حق تعالیٰ نے دیئے
ساٹھ ستر سال اوسکی ایسی غفلت میں کٹے
اسمیں دستک دی بڑھاپے نے کہ بس
دیکھتے ہی اوسکے آنکھیں سنسنی سی کھل گئی
لکھنؤ میں میں نے کنکوے لڑائے چند سال
مرغبازی میں رہا چندے مجھے وہ انہماک
تھی کبوتر بازی کا بھی شوق مختلف اقسام کے
تھا بٹیروں کے لڑانے کا مجھے اسدرجہ شوق
بعد اسکے ناچ گانے سے مجھے رغبت ہوئی
جمگھٹا پریوں کا رہتا تھا ہر دن تھا آس پاس
بک گیا سارا علاقہ جس سے ہوتی تھی آمدنی
پی گئیں ایسی شرابیں میری جلسوں میں کئی دام
باپ نے چاہا بہت کچھ علم آجائے مجھے
آہ اب ہمت نہیں دولت نہیں کس بل نہیں
تھے جو میری دوست جانی وہ ہیں مجھ سے دور دور
آئی اک آواز اب کیا فائدہ اس سوچ سے

ہوگئی شادی بھی اوسکی سن لی حق نے یہ دعا
پھر ہوئی اوسکی ارزو بر آئی حسب التجا
کھیل میں مصروف اونکے ساتھ یہ برسوں رہا
ان فضولیات میں وہ وقت کو کھوتا رہا
جانتا ہے مجھکو تو میں کون ہوں حکم قضا
اور پھر کر آہ حسرت دل سے یوں کہنے لگا
پاس جو سرمایہ تھا وہ سب پتنگوں میں اجڑا
جس سے فرصت مجھکو ملتی ہی نہ تھی صبح و مسا
چہتریاں اونکی مجھے تھیں جیسے شاہی گھونسلا
جانتا ہے شغل سے میں اوسکو اچھا مشغلا
کیا کہوں اک عمر تک آیا مجھے کیسا مزا
میں سمجھتا تھا سلیمان ہوں میں اپنے وقت کا
گر گیا برسات میں گھر اب نہیں رہنے کو جا
پینے والے لے رہے ہیں آجتک اونکا مزا
پر تو جب کی نہ میں نے عمر بھر اوس سے ذرا
اوسپہ ایسے وقت میں کوئی نہیں ساتھی مرا
پاس بھی آتے نہیں اب کوئی یار و آشنا
کھیت چڑیاں چگ گئیں اب اوسکی پچھتاتے ہو کیا

ہندوستان کے دائمی بیمار

دوستو کیا پوچھتے ہو مجھ سے بیماروں کا حال
چل کے تم خود دیکھ لو ہندوستاں کا ہسپتال

لاکھوں بچے بچ گئے جو گرم و سرد دہر سے
ہیں بلکتے بھوک سے اور ضعف جسمی سے نڈھال

پیٹھ سے ہیں پیٹ چمٹائے ہوئے لاکھوں جوان
خشک ہو کر بن گئی پنجر کی صورت ہی کھال

دیکھئے بوڑھوں کو تو ان میں سکت باقی نہیں
اپنے پاؤں سے چلیں وہ دو قدم تو کیا مجال

عورتوں کی صورتیں بالکل ہیں مرجھائی ہوئی
ہو رہے ہیں زرد پتے کی طرح سے ان کے گال

دق ہزال تپ صداع و اختلاج قلب سے
سینکڑوں آشفتہ خاطر ہیں ہزاروں پر ملال

ہیں یہ وہ بیمار جنکی ہو گئیں عمریں بسر
پہلی بیماری انہیں پیدا ہوئی سوکھا اکال

کال سے چھوٹے تو ہیضہ میں ہوئے یہ مبتلا
ڈاکٹر نے مادہ ان کا دیا سارا نکال

جب رہے ہیضہ میں بھی یہ ہر طرح ثابت قدم
ہو گئے اسہال و قے سے کچھ بگڑا نہ حال

تب ہوا طاعون نازل جس سے لاکھوں مر گئے
لیک یہ طاعون سے بچ گئے شوریدہ حال

جب کے کھائے زہر کھایا ٹیکے لگوائے مگر
ایک نے بھی اُف نہ کی چھوڑی نہ اپنی اگلی چال

مر گئے لاکھوں ہزاروں ہو گئے بے خانماں
انکو زندوں سے غرض ہے کچھ نہ مردوں کا خیال

عورت کے حقوق

عورت و مرد ہیں یکجان و دو قالب کی طرح
ایک ہی جسم کے دو حصے ہیں مرد و عورت

عورتیں مردوں کے ناموس پہ ہیں دیتی جانیں
رکھتی ہیں عشق و محبت میں وہ مردانہ صفت

اپنے خاوند پہ رہتی ہے سدا نازکناں
شمع پر صورت پروانہ ہے جلتی عورت

ہر جگہ بھائیوں پر ہوتی ہیں تصدق بہنیں
کرتی ماں باپ کی لڑکوں سے زیادہ خدمت

گھر کے سب کام وہی کرتی ہیں دیکھو تو سہی
راتدن دیکھو تو کیسی ہیں اٹھاتیں محنت

کیسی مشکل سے وہ بچوں کو تمہارے پالیں
آپ تکلیف سہیں اور اونہیں دیں راحت

تم ہو پھل پھول ہیں وہ تم سے زیادہ نازک
صورتیں اونکی ہیں نیرنگ ریاض قدرت

چاہیئے اون کے لئے تمکو وہ سامان کرنا
جس سے ہوتے ہوں ادا اونکی حقوق خدمت

تم جو رنڈوے ہو تو تم بیاہ رچاؤ اپنا
گرچہ ہو ساٹھہ برس عمر نہ ہووے طاقت

اور وہ رانڈ ہوں تو تمکو نہووے پروا
صبح کو اٹھکے نہ دیکھے کوئی اونکی صورت

آہ وہ جو ابھی کمسن تھی مگر رانڈ ہوئی
زیست کی جس نے اٹھائی تھی نہ کوئی لذت

آہ اوس کا وہ شباب اور جوانی اوسکی
رحمدل دیکھہ نہیں سکتے ہیں جسکی حالت

باپ بھائی کو نہ ہو اوس کی طرف کچھ پروا
روز خونی ہوں سے اپنے ہوں محو عشرت

آہ بیوہ جو کرے آہ تو کوئی نہ سنے
اوسکے رونے پہ نہ کچھہ قوم کو آئے رقت

وہ ہے ہر بات میں لاچار تم اوس سے غافل
کیسے مدہوش ہو کیسی ہے تمہاری غفلت

اس مصیبت میں بھی وہ قوم کا دم بھرتی ہو
پر نہیں قوم کو کچھہ اوس کا خیال ذلت

نظم قومی

دوستو دنیا میں جو قومیں نظر آئیں جواں
اونمیں پائے جائینگے سب زور طاقت کے نشان

فاتحانہ حالتیں صورت سے اون کی جلوہ گر
فاتحانہ طاقتیں شکلوں سے اونکے ہوں عیاں

ہیں عروج قوم کے ہر ملک میں آثار چند — جن سے ہوتے تھے سب کے سب مرد و زن پیر و جوان
پاؤگے اونکے دلوں میں عیش و عشرت کی ترنگ — شاعری کا شوق حسن و عشق کی دلچسپیاں
مجلسیں احباب کی آراستہ دیکھوگے تم — نعمتیں کھانے کو پینے کو شراب ارغوان
علم موسیقی کا چرچا اون میں پاؤگے ضرور — رزم بزم شاعری سے گونجتے ہونگے مکان
اور جن قوموں پہ ہے ادبار کی چھائی گھٹا — اون سے ہونگے صنعت و حرفت کے ظاہر نشان
ہوگئے مرجھائے ہوئے دل صورتیں سب کی اداس — دل پہ قبضہ رکھ سکیں گے وہ نہ قابو میں زبان
آج کل ہندوستان بھی ہے اسی میں مبتلا — حال اپنا بھی یہی اب ہو رہا ہے بیگمان
کوئی کہتا ہے کہ توڑ دو ساغر و مینا سے — کوئی کہتا ہے کہ چھوڑ دو ذکر مے و مغان
کوئی کہتا ہے کہ فن شعر کیا ہے کچھ نہیں — کوئی کہتا ہے کہ موسیقی ہے شغل رائگان
مر رہیں قومیں ہیں رسمیں بھی اونکی مر رہیں — ساری رسمیں ہو رہی ہیں ملک میں اب پائمال
غیر کی رسموں سے خوش ہیں اپنی رسموں سے خفا — غیر کو اچھا کہیں اور آپ کو ننگ جہاں
کوئی دارو کی جگہ وسکی کا خواہاں ہو رہا — کوئی سارنگی کی جا ہارمونیم کا طرح خواں
لیکن ہاں افسوس اس کا ہے کہ جو اس ملک نے — سینکڑوں دل پر سو تجربا پایا کر کے اوسکا امتحان
اوسپہ ہم کچھ غور کرتے ہی نہیں ہیں اے شہری — غیر کی باتوں پہ ہوتے ہیں سب نازش کناں
للہ المنت کہ اس جلسہ میں جو احباب ہیں — چاہتے ہیں وہ کہ آئے قالب مردہ میں جان
جو بری باتیں ہیں چھوڑیں اور اچھی کیلئے — سب کے سب ہوں اتفاق آپس کی کوشش کناں
ہوتے ہوتے ہو رہیگا کچھ نہ کچھ بہتر یہ یوں — گرچہ اب اس مرحلہ سے دور ہے پہنچا کارواں

لڑکیوں کی تعلیم ضروری ہے

عورت ہماری کرتی ہر وقت غمگساری   عورت سے ہمارا سب نظم خانہ داری
کرتے ادا فرائض دو تو ہیں باری باری   ہم اوس کے دلمیں رہتے وہ آرزو ہماری

تعلیم لڑکیوں کی کرنا ہے سب کو زیبا
ہے مستحق ہمارا لڑکی ہو یا کہ لڑکا

بچوں کو خود سکھائیں اچھی اگر ہوں مائیں   خود لڑکیوں کو اپنی طرح بنائیں
جو کام عورتوں کو ہر روز پیش آئیں   وہ لڑکیوں کو اپنی تعلیم سے سکھائیں

مذہب کی جو ہیں باتیں اون کو بتا کے مانیں
جو جانتی نہیں ہیں اوسکو جتا کے مانیں

شاعری کے متعلق رائے

جناب شاد کا لکھنا بجا صحیح درست
مگر زمانہ نے جو دغ بیل ڈالی ہے
جو شاہراہ قدیم ادب مقرر تھی
لکھی ہے شوق سے جو مثنوی حسن نگر

جناب داغ کا کہنا سر اور آنکھوں پر
ضرور چاہیئے اوس کا خیال مد نظر
وہ اب نہیں مذاق سخن کی راہگذر
ہوئے ہیں شعلہ فشاں جسطرح چنار شرر

جناب علی محمد خاں صاحب شاد آنریری مجسٹریٹ پٹنہ نے عام شاعروں کے لئے ایک منظوم ہدایت نامہ تحریر فرمایا ہے۔ سے جناب داغ نے اپنے شاگرد کی ہدایت کیلئے ایک قطعہ لکھا ہے ۱۲

لکھی بہار پہ جو نظم برق نے دیکھو
قبول سید اقبال نے جو کی ہے روش
جناب حالی کی نظمیں پتا بتاتی ہیں
ہیں لکھتے نظم میں جو مولوی نذیر احمدؒ
یہی ہے طرح زمانے میں آجکل مقبول
غزل لکھیں تو سنائیں کسے بتاؤ تو
زمانہ ہم سے چھڑا کر اسے پرانی چال
جو پہلے لفظ تھے وہ اب نہیں لکھے جاتے
نہ رزم کا ہمیں موقع نہ بزم میں ہے کھپت
جو سیر کی کوئی دیکھو تو ویسی ہی لکھی
امیر و شاہ میسر تمہیں نہیں نہ سہی
وہ نیچرل کے طلبگار ہیں وہی لکھو
وہ نظم ہو جو دلوں میں کرے جگہ پیدا
نیا زمانہ جو کہتا ہے اوسکو ترک کرو
کیا ہے مرکز تعلیم جب علیگڈھ کو
کہو ملیکی سے کردے وہ فیصلہ اس کا
غزل ہو جذبات قلوب کی حالت
کہو جو قطعہ تو قایم رکھو تسلسل کو
ہے سب سے پہلے ضروری طبیعت موزوں

ہیں سادگی سے ہوئے جوں سخن سرا اکبر
ہوئے ہیں ناطقہ پرداز جوں فصیح ظفر
کہ میرے کٹلنو نیز مشق فن کریں یکسر
وہ اک جدید چمن کی روش ہے خوش منظر
تو غیر طرح کو حسن قبول ہو کیونکر
نہ گل سنیں نہ عنادل پہ اوسکا ہووے اثر
چھڑائی اگلوں نے پچھلو نکی چلیے راہگزر
نہ پہلے رنگ میں اب کوئی ہو سخن پرور
نہ وہ رموز و کنایات جلوہ ریز اثر
دکھاؤ لفظوں میں دیکھا ہے تمنے جو منظر
عوام ہی کو سمجھ لو سخن شناس ہنر
مذاق عام پہ رکھو ہمیشہ اپنی نظر
ہر ایک شعر میں جذب قلوب کا ہو اثر
پرانے لفظوں کو جوں ترک کر دیا یکسر
تو اوسکو فن ادب میں بھی کیجئے رہبر
کہ فن شعر میں کیا چاہتے ہیں اہل نظر
لکھو قصیدے کو اڈریس کے نمونے پر
جو سننے والے کے دلکو کرے قرین فخر
جو تول تول کے لفظوں کو لائے سرتاسر

جو ایک بال کی بھی اونچ نیچ وزن میں ہو
مگر یہہ بات خدا کی ہے دین جس کو ملے
نہیں ہے جسکی طبیعت میں خاص موزونی
پڑہے وہ مثنویاں اور مختلف نظمیں
عروض میں جو قواعد لکھے ہیں وہ سمجھے
نگاہ چاہیئے شاعر کی دور تک جاے
خدا نے دی ہے جنہیں خوش طبیعت موزوں
پرانے لفظ جو متروک ہیں فصیحوں میں
اسی طرح جو نئے لفظ اور داخل ہوں
مقابلہ میں نہوں جنکے دوسرے الفاظ
فن عروض و قوافی میں جو کتابیں ہیں
ہوئے اصول ادب کی جو داخل انشا
وتد زحاف سبب وزن پر نگاہ رہے
رباعی کو قدما نے بہت ترقی دی
بڑے بڑے جو مسائل ہیں یاد کی قابل
کلام خسرو و سلمان ساوجی دیکھو
جو لفظ غیر زبانوں کے آئیں اردو میں
تصرف اون میں نہ اپنا کرو نہ سمجھو غلط
بہت سے لفظ ہیں جو ہیں لغت میں اور طرح

تو ماپ تول میں محسوس ہو طبیعت پر
یہ مدرکات طبعی ہیں بخشش نیچر
عروض و قافیہ پڑھ کر وہ ہو سخن گستر
وہ مرثیوں کو بھی پڑھتا رہے رواں فرفر
ہر ایک بحر سے لائے نکال کر گوہر
خیال و فکر میں رکھتا ہو وہ بلند نظر
اونہیں بھی چاہیئے کسب کمال ہو رہبر
ہمیں بھی چاہیئے اون سے ہو اجتناب و حذر
جو کام آئیں ہماری زباں میں یکسر
تو چاہیئے ہمیں اونسے ہوں مستفیض اکثر
ضرور چاہیئے شاعر کے ہوں وہ پیش نظر
نہ چاہیئے کہ ہو اوس راہ سے قدم باہر
ہو جسکی جتنی سمجھ اور جسکی جتنی نظر
مگر ہماری زبان میں رواج ہے کمتر
وہ اختصار سے اسمیں سما سکیں یکسر
کہ اوس سے شکل صنایع ہو منکشف تم پر
وہ بولے عام میں جاتے ہیں جسطرح اکثر
جو ہیں زبانوں پہ جاری وہی لکھو یکسر
مگر وہ دوسرے معنی میں آگئے ہیں یکسر

کلام چاہیے عیبوں سے پاک صاف رہے
ہیں شاعری کے جو موضوع اونکی لکھنی میں

زبان میں طرز ادا ہو فصیح و جان پرور
ہر ایک درجہ کے لائق ہو سخن گستر

جو بات پردہ کی ہے اوسکو کیونکر نہ کہو
رہے مجاز و حقیقت کا ساتھ پیش نظر

ستّہ ضروریہ حفظ صحت

یہہ باتیں جو بتائی ہیں بقراط نے تمھیں
اول ہوا ہے مایۂ تفریح جسم و جان
ہے زندگی ہوا سے اگر تم میں ہوا
کھانے بغیر کتنے ہی دن زندہ رہ سکیں
لیکن ہوا نہ ہو تو غضب کا مقام ہے
جب بھوک ہو تو کھاؤ لگے پیاس تو پیو
انسان کھانے پینے سے زندہ ہیں یکتے
تھوڑی سی بھوک چھوڑ کے تم ہاتھ روک لو
پانی پیو تو صاف پیو چھان کر پیو
کچھ سکون اور حرکت بھی ضرور ہے
دو ایک میل روز پھرو صبح و شام تم
لیٹو پھر اوڑھ کر نہ کہیں در بلاؤ تم

وہ زندگی کی جان ہیں گر تم کرو عمل
حاصل کرو اوسے جو کھلے قلب کا کنول
سمجھو ہوا کو روح کا ہے دوسرا بدل
پانی بغیر آئے نہ دو ایک دن اجل
ممکن نہیں کہ زندہ رہے کوئی چند پل
ہو کھانے اور پینے کی مقدار معتدل
چلتی ہے کھانے پینے ہی سے آدمی کی کل
جو کھاؤ وہ لطیف ہو بے نقص بے خلل
اوس سے سوا لطیف ہے تقطیر کا عمل
دونوں کا اعتدال سے جاری رہے عمل
تا ہو سکے سکون حقیقی کا وہ بدل
پہر پچھلوں سے سونے کی جانب کرو عمل

جمناسٹک کے شیفتہ ہو تو وہی سہی
سونا بھی جاگنا بھی ضروری ہو اِدام
لازم ہے دیکھتے رہو بول و براز کو
رک جائے وہ تو جان لو ہی طبع منقبض
غیض و غضب خوشی و فرح پر ہے نظر
غصہ کی آنچ کرتی ہی دق اس سے تم بچو
یہہ سستہ ضروریہ بے شبہ اشہر لمی

اوس کا بھی ہی وہی جو ہی ورزش کا ماحصل
تم آٹھ گھنٹے سوؤ نہو نیند میں خلل
فضلے کو دفع کرتے رہو روز بر محل
کر لو ملینات و مدارات سے بدل
تا روح میں خلاف طبیعت نہو عمل
جاتی ہے جان فرطِ خوشی سے کبھی نکل
صحت کو ہیں ضروریہ انداز معتدل

بیادگار انتقال جناب نواب فصیح الملک داغ دہلوی

اے داغ رخ مہر کی تنویر دکھا دے
آئینے کو خورشید کی تنویر دکھا دے

اے زور قلم قوت تقریر دکھا دے
احسن کہیں محبوب وہ تصویر دکھا دے

غم شاد کو ہو داغ گلستان نظر آئے
جو باغ تھا وہ روضۂ رضواں نظر آئے

ہر دل یہ کہے یہ داغ ہے یا ہے گل خنداں
ہر پھول کہے داغ ہے یا مہر درخشاں

اک داغ سے ہوں قلب میں سو داغ نمایاں
معلوم ہو گلشن میں کیا میں نے چراغاں

ہمشکل چراغ گل خورشید ہو گویا
گل ہو وہ سحر ہوتے ہی گلزار میں بویا

انداز شہادت سے ہے عید محرم
غم میں ہو خوشی اور خوشی میں ہو نیا غم

ہو بندگی قربان وہ ہو اس داغؔ کا عالم ہر شخص عزادار خوشی سے کرے ماتم
محبوب سے ہو جائے وصال آج کسی کا
تصویر شہادت ہو خیال آج کسی کا

معشوقوں سے عشاق کی جو شان ادب ہے عشاق سے معشوقوں کو جو لطف غضب ہے
منشا جو اشارات معانی کا عجب ہے وہ داغؔ کے انداز غزل گوئی میں سب ہے
پھر یار رخ جاناں کا عجب لطف فزا ہے
کچھ سوز ہے کچھ ساز ہے کچھ ناز و ادا ہے

انداز سخن عرض طالب کی ادائیں معشوق کا دل طرز تکلم سے لبھائیں
عشاق کو ہر بات کی تہذیب سکھائیں معشوق کو سو عشوہ و انداز بتائیں
ان باتوں میں تھے داغ عجب فرد یگانہ
مقصود تغزل میں تھے استادِ زمانہ

بلبل کی زباں بند ہے رنگ سخن ایسا گلزار سے ہر باغ ہی پھیکا ہے چمن ایسا
سکہ ہے رواں ملک میں پایا چلن ایسا ہوتا بھی تھا استادِ خدیو دکن ایسا
جو عشق کا آموختہ ہے ورد زباں تھا
اردو کی غزل گوئی میں استاد جہاں تھا

محبوب سے باتیں ہوئیں موضوع تغزل اسباب میں تھے داغ چہکتے ہوئے بلبل
ہے داغ کا گلزار کہ فردوس ہے بالکل پھیلے ہوئے دیکھو روشوں پر گل و سنبل
کس رنگ کا گلدستہ ہے کیا رنگ سخن ہے
پھولا ہوا اک تختہ کاغذ پہ چمن ہے

تھے داغ و امیر ایک ہی منزل کے مسافر ۔ وہ داغ سے آگے گئے دنیا پہ ہے ظاہر
مینائی ہیں سیلاب میادینِ مظاہر ۔ ہیں داغ امیری سے شرفیاب مفاخر
وہ شاہ سخن دونوں کی دیہیم و کلہ ایک
آنکھیں تو ہیں دو پر نظر آتی ہے نگہ ایک
مضمون مئے و جام کے ایسے ہیں نکالے ۔ گویا ہیں بھرے بادۂ اطہر کے پیالے
آہیں ہیں جگر پاش بلا خیز ہیں نالے ۔ انگور بھرے دیکھ لو پھوٹے ہوئے چھالے
محبوب کی تصویر کو کیا رنگ دیا ہے
سچ تو ہے سخنگوئی میں اعجاز کیا ہے
ہوتا ہے اثر حسن پہ جو اس کا نمودار ۔ وہ داغ کے اندازِ تکلم سے ہے اظہار
اس مے سے کیا داغ نے ہر مست کو ہشیار ۔ دیکھا لبِ جاناں کو بھی اس مے کا طلبگار
چمکا رخِ محبوب وہ مے داغ نے کھینچی
طالب ہوا مطلوب وہ شے داغ نے کھینچی
بوڑھا ہوا اب مجھ میں کہاں طاقتِ گفتار ۔ ثابت قدمی پر نہیں اندازۂ رفتار
اب دل ہی نہیں پاس کہاں دلبرِ دلدار ۔ رخصت ہوئے سب ساتھ جوانی کے جو تھے یار
کیا تم سے کہیں سامنے کیا باغ رہا تھا
وہ بھی نہ رہا دل میں جو اک داغ رہا تھا
اشعار کے انیس جو مشہور ہیں دو چار ۔ سو کہتے ہیں پڑے نام کو پانی نہیں ملتا
ہر سبزے کے لب خشک ہیں خاک اڑتی ہے گویا ۔ دریاؤں نے پانی سے کیا آپ کنارا
مضمون نو بھول سکے تم یاد سخن میں

تفریح نہ حاصل ہو خزاں دیدہ چمن میں

اللہ نہ آنکھوں کو کرے حسن کا بیمار — یارب نہ جوانوں کو لگے عشق کا آزار
دنیا سے دنی خواب ہے دیکھو رہو ہشیار — عبرت کی جا فاعتبروا یا اولی الابصار

آشفتہ و سرگشتہ نہ ہو شعر و غزل سے
ہر وقت رہو دہیان میں تم حسن عمل کے

ترکیب بند

جو خان بہادر سردار محمد برکت علی خاں صاحب سکرٹری انجمن حمایت اسلام لاہور کی فرمائش سے بتقریب رخصت پروفیسر ٹی ڈبلیو آرنلڈ صاحب کے لکھا اور گارڈن پارٹی میں پڑھا گیا۔ عالی جناب نواب فتح علی خاں صاحب بہادر رئیس اعظم لاہور اس جلسہ کے صدر نشین تھے۔

دوستو دنیا میں تم ہو دیکھتے دریا رواں — جن سے آتی ہیں نظر سرسبز ساری کھتیاں
بعض ان میں خاص ہیں جیسے دجلہ ہے بغداد میں — مصر میں ہے نیل جیسے اور گنگا ہے یہاں
ایسے ہی شمس و قمر کو آسماں پر دیکھ لو — جو چمکتے سب پہ یکساں سب پہ یکساں مہرباں
گو مذہب سے کسی کے کچھ نہیں ہے واسطہ — اس لئے سب میں ہیں مقبول زمین و آسماں
فیض دریاؤں کا ہے ہم سب نے ہیں پرکھ لیا — مہر و مہ کا فیض دریا پر بھی پاتے ہیں عیاں

دشت و گلشن آبیاری سے ہیں اونکی بہرہ مند — مستفیض ان سے جو اہلِ درس ساری دنیا بلوڈل

فیض سے اون کے ہیں انسان اور حیوان شادکام

فیض سے اپنے ہوئے ملکوں میں یہ مقبولِ عام

ہے یہی حال اونکا جن سے فیض ہے جاری کبیر — آرنلڈ اوسکا ہیں اک مصداق تم دیکھو یہیں

کام جو اونکے ہیں وہ ہیں فیض کا دریا رواں — جن سے سیراب پنجاب اور علیگڈھ کی زمیں

یہ علی گڑھ میں رہے تو فیض کا دریا رہے — یہ رہے لاہور میں تو معدنِ درِ ثمین

ایسے ملتے ہیں کسے استاد دنیا میں شفیق — مدتوں میں کوئی ملجاتا ہے ڈھونڈے بھی نہیں

انکے ہاتھوں سے ہوئے ہیں کام جو اسلام کے — اون سے روشن ظلمتِ دنیا میں ہے شمعِ دین

مصر میں تاریخ کا اونکی ہے شہرہ جابجا — خرمنِ تاریخ کا اونکی زمانہ خوشہ چین

علم اون کا ملک میں روشن ہے مثلِ آفتاب

ہیں مسلمان روشنی سے اوسکی اکثر فیضیاب

محسن الملک اور سید نے اونکو بارہا — ہے مسلمانوں کا سچا رہبر و ہمدم کہا

یاد اون کی مدرسہ میں ہے علیگڈھ کو وہی — ذکر اون کا مدرسہ میں ہے وظیفہ قوم کا

اسٹریچی حال کو سمجھو کہ ہے فوٹوگراف — آرنلڈ اوس سے نکلتی ہے بجانے میں صدا

مشرقی استاد بھی ان سے نہایت خوش رہے — آجتک شبلی کو ان کی یاد میں آئے مزا

کام اردو کے لئے ہو رہے ہیں ملک میں — اوس کی دلی میں ہوئی ہے آپ ہی سے ابتدا

کیا عجب ہے گریہ چشمہ طاقتِ رفتار سے — ایک دریا بنکے دجلے سے ہو باہم آشنا

آرنلڈ اک آفتابِ علم ہیں بے شبہ و شک — ہر گلی کوچے میں ہے لاہور کے اون کی ضیا

جسقدر پنجاب میں مشہور ہیں لیڈر تمام

اونکے دل میں گھر بنائے آپ نے ہیں کلام

ایکدر جن تک زبانوں کے ہیں دانا آرنلڈ
پارسی کے ہیں یہ موید اور تازی کے ادیب
اچھے اچھے مولوی بھی اسقدر واقف نہیں
ہیں مقرر ہو کے لندن جاتے ہیں برس
جانتے ہیں وہ ہمارے صنعت کا کیا حال ہے
سینکڑوں انگریز آئے لیکن ایسا مستحق کب
آپ کے لطف و کرم سے ہم رہیں گے منتظر

مشرقی علموں کے پائے ایک دریا آرنلڈ
جانتے ہیں سنسکرت اردو بھاشا آرنلڈ
جس قدر اسلام کے پائے شناسا آرنلڈ
جیسے لائق رکھتے ہیں سر علم پورا آرنلڈ
دیتے تھے اکثر صفحوں کو ہمارا آرنلڈ
ہو نہیں سکتا ہے کہتے ہیں کہ جیسا آرنلڈ
دھیان رکھنا چاہئے اب تم کہیں ہمارا آرنلڈ

اشہری رخصت نہیں کرنے کو ہم آئے ہیں سب
وہ نہیں جاتے ہیں رخصت ہم سے ہوتا ہے ادب

خوشامد

خوشامد بھی عجب تاثیر میں اپنے ہی لاثانی
خوشامد کیا ہے اک ترکیب ہے یاران شاطر کی

ہزاروں رنگ کی موجد ہزاروں طرح کی بانی
غرض کیا اوس سے نقد مطلب کی ہے کیا جانی

* جناب مولوی سید ضمیر حسین صاحب مددگار بندوبست حیدرآباد کے بنگلہ پر جناب مولوی سید اسد اللہ صاحب رضوی معاشی عہدہ دار محکمہ موصوف اور جناب مولوی شرف الحق صاحب دہلوی تشریف رکھتے تھے مولوی شرف الحق صاحب نے اس اچھوتے سبجکٹ کی نسبت مجھ سے کچھ لکھنے کو ارشاد کیا چنانچہ میں نے ایک رسالہ تحریر کیا یہ نظم اوسکی تمہید ہے ۱۲

خوشامد کیا ہے اک تمہید ہے فعل فراست کی
خوشامد کیا ہے اک تعلیم ہے استاد تجربہ کی
خوشامد کیا ہے اک توضیح ہے فن ارادت کی
خوشامد سینکڑوں پردوں کے اندر چھپکے رہتی ہے
خوشامد ایک شے میں ایک وہی ہے نظر آتی
خوشامد عاشقوں کی غازۂ رخسار جاناں ہے
خوشامد محفل معشوق و بزم شہ میں وہ شے ہے
خدا کی بھی رضامندی کا باعث اسکو کہتے ہیں
خوشامد سے ہوئے محکوم خوگر تاج حاکم کے
خوشامد سے بچایا شاعری نے اپنے پہلو کو
جو تمکو یہ خدا کہکر معاذ اللہ پھسلاتے ہیں
جو دیکھا وانیاں مالک کو تو وہ بھی عاجز ہیں
خوشامد وہ نہیں کرتے ہیں جو فتاح کشور ہیں
خوشامد کی ہے علت ضعف گو یوں مختلف تعبیر
خوشامد خاصہ مفتوح ہونیکا ہے عالم میں
جیسے ہم شیر کہتے ہیں وہ مجبور ستم ہوکر
خوشامد عاجزی و ضعف کو ہی ہو گئی لازم
خوشامد کو بنایا علم سے اہل خوشامد نے
خوشامد عاجزانہ مدح کا پیرایہ رکھتی ہے

غرض کیا اوس کے لب ملیں ہے اک تاثیر پہونچانی
جو حاصل ہو بشر کو حسب استعداد امعانی
خوشامد کیا ہے اک تلمیح فی المعنی ہے لاثانی
خوشامد سینکڑوں رکھتی ہے اشکال ہیولانی
کہ جیسے اک عرق ہے اور اسکے [illegible] طولانی
خوشامد عہدہ وارد کی سرور قلب سلطانی
جو ہے گلگونۂ حسن و ضیائے طبع خاقانی
پڑے ہو کے اپنا تماشہ مگر ہے شکر طولانی
خوشامد ایک رسوا ہے بہرہ گر ثنا خوانی
مگر وہ مل گئی اسطرح جیسے دودھ میں پانی
کہیں ہر بات بیساد تکو مسیح و یوسف ثانی
رذیلوں کی کرتے ہیں بصد اعزاز مہمانی
خوشامد وہ نہیں کرتے جنہیں ہے زور امکانی
انہیں کمزور لا منفعل ہے شرح انسانی
بجز اس کے نہیں کہتے ہیں جو ہے ترجمانی
کبھی منت کش زرداد ہو وقت پریشانی
یہی مشکل میں ہوتا اقتضائے طبع انسانی
بڑی مشکل سے آئے ہیں یہ انداز سخندانی
بنائے باغ محفل کو خوشامد کی گل افشانی

کہو چیتے سے تو ہے شیر تیرا باپ ضیغم تھا
تو وہ خوش ہو کے سنتا ہے یہ اندازِ ثنا خوانی

خوشامد مسمریزم کا اثر رکھتی ہے دنیا میں
خوشامد نقش ہے سب سے بڑھ کے ہے تسخیر لاثانی

خوشامد نیو فیشن میں لباسِ خاص رکھتی ہے
چھپائی جامۂ تہذیب نے اسکی ہے عریانی

غرض یہ ہے کہ اب ہم سے خوشامد ہو نہیں سکتی
نہ پیدا ہے خوشامد سے کلی میں ہو گی آسانی

سڈیشن کر رہا ہے دشمنیں پیدا خوشامد کی
ہے اب برٹش طبائع کو بھی اسکا ذوق پنہانی

نظم

مندرجہ رپورٹ اجلاس محمڈن اینگلو اورینٹل ایجوکیشنل کانفرنس لاہور اُردو کا اپیل

اے زبان آوران نادرہ فن
بانیٔ مجلس ایجوکیشن

محسن الملک محسن الدولہ
آپ سے اب یہ بزم ہے روشن

آج ہوں اک مقدمہ لایا
کیجئے فیصلہ بطرزِ حسن

آج کل نظم کی نہیں پرسش
نظم ہے جیسے کوئی بیوہ دلہن

دیکھئے تو ذرا رانڈ سے لے تو
ناک میں نتھ نہ ہاتھ میں کنگن

لڑکیاں دو جنی تھیں اُردو نے
گوہرِ ذات رشکِ دُرِّ عدن

ایک کا نام نثر ہے اُن میں — دوسری نظم ہے یگانۂ فن
ایک کی آنکھ سربسر جادو — سربسر سحر ایک کی چتون
ایک دل کی ہے باعثِ قوت — دوسری سے چراغ جاں روشن
ایک پانوئے خانہ ہو مگر — ایک خاتون کلئیہ ملٹن
نظم شہرت فزاے شکسپیر — نثر عزت دہ گلیڈ اسٹن
نظم ہی میں لکھے گئے سارے — جو سُنے ہوں معلقات کہن
ہر زبان میں کبھی ادیب ہو — تا ہو نظم میں وہ ماہرِ فن
نثر ٹکسال نظم ہے سکہ — ہو نہ رائج بغیر سکہ چلن
نظم کا ایک کو بھی دھیان نہیں — ہو چکا پاس گو رزولیوشن
نظم سے نطق نامیہ آرا — نظم فضل کمال باب دہن
ایک دن کا یہ ذکر ہے سُن لو — نثر سے نظم کی ہوئی اَن بَن
نثر بولی کہ میں مہذب ہوں — نو مضامین عشق کا خرمن
میری اسپیچ میں گہر باری — لکچر دل میں مری ادا سے سخن
میں ہوں فرمان طراز راز ادب — میں ہوں طغرا نویس نو و کہن
نظم بولی کہ سچ کہا باجی — واقعی آپ ہیں بڑی پُرفن
ایک میں اور چیز ہوں سنئے — مجھ سے بزم کمال ہے روشن
عربی سنسکرت انگریزی — نظم سے فیضیاب سب کا چلن
نظم سے قوت خیالی ہے — نظم ہے ورزش دماغ سخن
شاہنامہ میں دیکھئے مجھکو — مجھ سے زندہ فسانہ ہائے کہن

مجھ سے مشہور ہیں زمانے میں
میں ہوں باب کتاب شکسپیر
میں ہوں وادئ عشق کی لیلیٰ
مصر معنی میں ہوں کلیو پیٹرا
حالی و شبلی و نذیر احمد
گوہر ذات پاک کا جوہر
ہیں امیر و جلال و داغ کے
شوکت میرٹھی نسیم و ریاض
کچھ نہ پوچھو میں کیا ہوں تحریر میں
میری باتیں نئی نئی دیکھو
کر لے تقطیع جس کا جی چاہے
الغرض بات ہے فقط اتنی
نثر سے دوستی ہو کیوں اتنی
کیوں ترقی ہو دم بدم اوسکی
حصہ دونوں کو چاہیے ملنا
شوخیاں اس کی گر پسند نہیں
اشعری لکھہ چلے جو لکھنا تھا

گیو و گودرز و رستم و بیژن
میں ہوں فصل کتاب جانسن
میں ہوں گلزار حسن کی مالن
ہوں محل فرانس میں یوجین
ہیں شناسائے خط و خال و فن
جوہر ذات پاک کا معدن
نکتہ آرائے وادئ گلشن
ان سے تازہ ہوئے بیان کہن
شوہر حسن مشترک کی دلہن
تولہ ماشہ ہو سیر آدھا من
فاعلاتن مفاعلن فعلن
نظم کا ہے یہ اک ریزولیوشن
نظم کا کیوں زمانہ ہو دشمن
کیوں تنزل میں یہ رہے ہر فن
تا ادب کا ہو مدرسہ معدن
تو بدل دیجئے لباس کہن
سن چکی مجلس ایجوکیشن

آم کی گٹھلی

ایک جانب جو میری آنکھ اٹھی
بولی وہ مجھ سے دیکھ مجھکو ذرا
نازش ہست و بود تھی میں کبھی
بچپنے میں نہال رہتی تھی
میری پوشاک رنگ رنگ کی تھی
پیار کرتے تھے مجھکو ماہ جبیں
خاص میں تھی میں صاحب تمیز
سب امیروں کو میری چاہت تھی
جب جوانی کا مجھ پہ عالم تھا
دل مرا باغ باغ رہتا تھا
کھیل ہر گھر میں تھی حسینوں کی
میرے رگ رگ میں تھی بھری شوخی
مجھکو دلی نے محو ناز کیا
لڑکے اور لڑکیاں تھیں ان گنتی
اتنی اولاد پر خدا کی شان
بال میرے سنہری تھے بالکل

دیکھا ایک شے پڑی ہے سوکھی سی
تھی میں کیا کیا ہوا ہے حال مرا
تخم نخل وجود تھی میں کبھی
میری ترشی پہ رال بہتی تھی
جوگیا سرخ و سبز نارنجی
چومتے تھے مجھے تمام حسین
عام رکھتے تھے مجھکو دل سے عزیز
باغ کی مجھکو بادشاہت تھی
بجلیاں مجھ سے ہوتی تھیں پیدا
آسمان پر دماغ رہتا تھا
تھی پپیہا میں حبشیوں کا
کوندتی میرے دل میں تھی بجلی
لکھنؤ نے سرفراز کیا
تھی بھری پوری مانگ کوکھ ہری
تھی میں نا تحفہ اسے بلغ جہاں
سینے پر تھی چھٹی ہوی کاکل

جسم میرا تھا ایسا گدرایا
تھی اٹرگین میں ترشرو لیکن
سبب رفع اختلاج تھی میں
سینکڑوں بار میں گئی چوسی
زرد پوشاک نیلگوں محرم
بونڈی تھی گنبد مشعبہ میں
میری پوشاک پہلے دہانی تھی
میں جہاں میں تھی زینتِ گلشن
تھی میں دوشیزہ صورت مریم
مجکو برسات کا سماں تھا پسند
سر پہ رہتے تھے ابر کے سلکے
گھر میں رہتی ہمیشہ لذت سے
اب دہی ہوں کہ ہوں سڑی سڑی

جس نے دیکھا وہی پسند آیا
ہوگئی قید جب بڑھا کچھ سن
معدہ و گردہ کا علاج تھی میں
منہ سے ہر ایک کے رہی میں لگی
جیسے پکھراج پر جڑا نیلم
جیسے نیلم جڑا زبرجد میں
پھر جو بدلی تو زعفرانی تھی
بل پہ لٹکا ہوا مرا جوبن
انبیا رہتے تھے مرے ہمدم
میرے رہنے کا تھا مکان بلند
بنگلہ چھایا ہوا تھا پتوں سے
برف کوزے میں جیسے شربت کے
نام میرا ہے آم کی گٹھلی

اشھری دیکھ دہر کے اطوار
کل تجھے کیا آج کیا ہیں لیل و نہار

نیچر کیوں ہمارے خون کا پیاسا ہے

بہت سراغ لگایا مگر پتا نہ ملا
بہت قدیم سے رسمیں ہیں یہ چلی آتیں
کبھی پہاڑوں پہ ہوتے تھے صاعقے نازل
تمام روم میں قربانیوں کا چرچا تھا
تمام ساکن یونان و فارس و بابل
سوائے جانوروں کے حلال ہوتے تھے
ہنود میں بھی بشدت رواج تھا اسکا
ہزار عورتیں اب بھی زباں کٹی دیکھو
زبان کے خون سے دیبی کا شاد کام کیا
کھلا پلا کے اوسے دم میں ذبح کر ڈالا
عجیب بات یہ دریافت تجربے سے ہوئی
جہاں کی قوموں کو خونریزیوں کی عادت تھی
جو بکریوں کے ہو گلے میں عام بیماری
اسی طرح سے جو امراض قہرانی ہیں
کہیں ہیں مارتے مینڈھے کو تا ہو دفع بلا
کوئی ہے مرغ کو دیبی کی بھینٹ کر دیتا

کہ کیوں ہے خون کا پیاسا قدیم سے نیچر
کہ بھینٹ دینے سے ہوتے بلا کا دفع ضرر
زمانہ کرتا تھا اون صاعقوں سے کسب اثر
تمام مصر میں چرچا تھا بھینٹ کا گھر گھر
مذاق خاص میں قربانیوں کے تھے خوگر
جو ہوتے بھینٹ کو مخصوص آدمی چھینٹ کر
ہیں اب بھی اوسکے نمونے کے مختلف منظر
جنھوں نے اپنی زبانیں چڑھائیں دیبی پر
کسی نے بھینٹ کئے آدمی کہیں جا کر
ادائے رسم سے پہلے پڑھے گئے منتر
قصائیوں پہ ہو طاعون کا ضعیف ضرر
وہاں نہ ہیضہ و طاعون کا کبھی ہو گزر
تو چند جانوں کے دینے سے دور ہو یکسر
بتائیں اونکے لئے سفک دم کا خاص اثر
کہیں گراتے ہیں بھینسے کو پڑھ کے کچھ منتر
کوئی ہے بکرے کو تیغ سے مارتا یکسر

تمام کشور افریقہ ان مراسم میں
اگر کہیں کہ جہالت کی ہیں یہ سب رسمیں
بڑی بڑی جو ہیں قومیں مہذب و دانا
وہ خود بھی ایسے مراسم کی آپ عامل ہیں
ہے محو فکر میں خود نیتن اطبت سنجی رہی
چھڑی تھی بحث یہ یورپ میں کیا سبب اسکا
مگر جواب ابھی تک نہیں ہوا شائع
یہی ہے ہند کہ جب خانہ جنگی رہتی تھی
جو کٹ کے مرتے تھے وہ ملک کا بھی کفارہ
ہماری قوم میں بھی ہے رواج قربانی
ہزاروں اونٹ تو لاکھوں ہیں بز کی قربانی
سوائے اسکے جو بیمار ہو کہیں کوئی
مشاہدہ سے بھی ثابت ہی اس قدر یہ نفع
ہمارے فعل کا مفہوم کیا ہے کس لئے اب
ہمارا دنبہ چلیگا صراط پر کھٹ کھٹ
دیا جو طعنہ فرشتوں نے آدمی کیلئے
کہا خدا نے کہ تم جانتے نہیں اسکو

ہے ایشیا سے بھی کچھ اور آگے بڑھ چڑھ کر
تو میں کہونگا نہیں یہ مجھے ہنوز باور
کہ جنکے نام پہ کرتا ہے فخر علم و ہنر
وہ آپ ایسے مراسم کی ہو چکیں خوگر
کہ اس کی علت اصلی کو کیا کریں باور
کہ امن عام سے پیدا ہوا خاص ضرر
کہ جسکو مان لیں دانائے امت و کشور
تو قحط و ہیضہ و طاعون کہیں یوں تھا گذر
نہ چھیڑ کرتا تھا ہر عام ملک سے نیچر
ہماری قوم میں بھی اسکے ہیں نشان مضمر
ہے جسکے واسطے مخصوص خاص عید اکبر
تو گوسفند کریں ذبح کچھ دعا پڑھکر
کہ ان سے بعض مقاصد میں ہو ظفر
ہمارے اونٹ کا رہتا ہی سب سے بالاتر
بڑھائے پانوں خوشی سی جھکائی عجز سے سر
وسفلی دم سے تعلق پذیر ہے یکسر
میں جانتا ہوں جو اسمیں ہے راز حق مضمر

خدا ہی جانتا ہے کیا بھید الشہری اسمیں
ہمارے خون کا پیاسا ہے کس لئے نیچر

استخوان بوسیدہ

صبح کا تھا وقت چلتی تھی نسیم جاں فزا
نور کا تڑکا سحر کا وقت کھلتیں تو بلبلیں
آ رہی تھی بھینی بھینی بوئے خوش ہر سمت سے
راستہ پر ایک شے مجھکو پڑی آئی نظر
دودھ کی صورت سپید اور سخت پتھر کی طرح
جسم تھا سارا مشبک سینکڑوں سوراخ تھے
خوش فضا میدان میں آئی تھی نظر وہ اسطرح
نام کو تھا جسم پر اوس کے نہ پیراہن کوئی
محو شوق دید تھا میں اسمیں اک پیر کبیر
اب اجالا ہو گیا ہے دن کا ورنہ رات کو
ہاتھ میں لیکر اوسے دیکھا نگاہ غور سے
دیکھکر محو تحیر مجھکو اوس نے بات کی
ہفصد و ہفتاد قالب دیدہ ام چند جہاں
قرنہا شد با غزالی چشم الفت داشتم
کیا کہوں میں پہننے والی اس محل کی تھی کبھی

میں سواد شہر کے باہر ہوا کھانے گیا
تتلیاں اڑ اڑ کے دکھلاتی تھیں عجب شان خدا
چل رہی تھی ٹھنڈی ٹھنڈی ہر طرف باد صبا
صبح کے ہمرنگ تھی وہ مایۂ شاہ و گدا
شیر ماہی کیطرح اجلی مجلا اصفیا
ہوتی تھیں پیدا صدائیں ان میں جب بھرتی ہوا
جوں حسین دکھلائے کوئی خندہ دنداں نما
بلکہ سارا جسم تھا اک نور مطلق سے ڈھکا
مجھسے یوں گویا ہوا تو دیکھتا ہی اسکو کیا
کھٹتے ہیں اس سی شہابی نور سے نام خدا
اور پوچھا اوس سے کچھ تو حال تو اپنا بتا
بو زبان حال سے گویا ہوئی وہ عشوہ زا
مولوی روم گاہے بود با من آشنا
عمرہا با سعدی و حافظ نشستم بر ملا
جو محل معمار قدرت نے بنایا تھا مرا

خاک کی چٹکی مری ناصور کو اچھا کرے — پاتے ہیں کمزور جوہر سے مری حکم شفا
مجھکو پردوں میں چھپایا دست قدرت نے مگر — رنگ روغن بہوٹ کر اجسام سے نکلا مرا
میرے جوہر سے نسب کو فخر تھا اقوام میں — میرے گوہر سے ہوا کرتی تھی نطفے میں جلا
مجھ سے پڑھتے ہیں سبالوجسٹ دنیا کی سبق — دے قدامت کا پتہ میری زمین نینوا
عقل وادراک صحیحہ کے لئے معیار ہوں — ہوں فرنیالوجی والوں کے لئے میں رہنما
تھی میں ہستا خوان یعنی خانہ ہستی کبھی — اب دیا ہے استخواں ترکیب لفظی نے بنا
اب زمانے نے کیا ہے مورد عبرت مجھے — ہو گئیں اک ہڈی پرانی کیا کہوں اسکے سوا
قصر حق میرا کبھی تھا رشک بخش تاج گنج — روشنی بخش جہاں قصر خورنق تھا مرا

اب بھی مجھ میں اس قدر جوہر بھرے ہیں شہری
روشنی بخشِ جہاں ہے میرے جوہر کی ضیا

باظہار شکریہ قوم نسبت حضور فرماں روائے بہاولپور دام اقبالہ

اے بکارِ زمانہ خیر الناس — یادگار خلافت عباس
نوبہار ریاض خیر انام — حامی دین و ملتِ اسلام
آمر کشور بہاولپور — حاکم عہد معدلت معمور
بے بہا گوہرے بہادل خاں — خلد اللہ ملکہ بجہاں

شکر واجب ہے حق تعالیٰ کا — شکریہ ہے حضور والا کا
زلزلہ جس سے ہل گیا پنجاب — ہل گئے راوی و بیاس و چناب
سر نکالے حباب باہر آئے — موجوں نے ساحلوں سے سر ٹکرائے
کیا کہوں اس سے میں زیادہ اوس — ہل گیا اوس کے زور سے لاہور
اوس نے دکھلائی ملک کو یہ آگ — آگ پانی ہوئی تو پانی آگ
پانی اُبلا ہوا یہ اوس کا جوش — آگ بھڑکی ہوا یہ اوسکا خروش
ہو گیا اک پہاڑ شعلہ فشاں — ایک جنگل میں اُبلا آب رواں
کانگڑا دہرم سالہ پالم پور — مٹ گئے دنیا سے ہو گئے کافور
دب گئے اون میں تھے جوان مرد — جو بچے اون کے قلب ہیں پر درد
چھپتے لاہور میں جو ہیں اخبار — لکھتے گنتی میں اونکی تیس ہزار
کہتے تو عمر و جوان نہ رہے — کتنے بچوں کے باپ ماں نہ رہے
موت کی نیند سوئے ہیں کتنے — بھائی بھائی کو روتے ہیں اپنے
نیم جاں کتنے ہی سسکتے ہیں — بچے ماں باپ کو بلکتے ہیں
ہے ہر اک دل میں خار غم کی کسک — متاثر ہیں لارڈ کرزن تک
دب گئے اون میں کتنے عیسائی — اہل اسلام کو بھی موت آئی
ہندؤں کا ہوا بہت نقصان — مال کا بھی ہوا زیادہ زیان
باس کپڑا رہا نہ اپنا مال — دب گیا تھا جو گھر میں آٹا دال
دب گئے جانور مکانوں سے — بات نکلی نہ بے زبانوں سے
کھانے پینے کا کچھ نہیں سامان — اونکے جینے کا کچھ نہیں سامان

سُنکے یہ حال چارلس ریواز
ہوگئے آمادہ تا ہوں چارہ ساز

مستعد ہو رہے ہیں سب حکام
تا کریں چندہ بہر نفع عوام

لارڈ کرزن نے بھی دیے کلدار
جن کی گنتی ہیں دس ہزار شمار

آریہ سبے ریا ہوئے تیار
تا کہ کریں غمزدوں کا کچھ تیمار

شرم سے ہیں تن سر جھکائی ہوئی
بیقراری سے دل یاس ہوئے

کیونکہ ہم سے نہ کوئی کام بنا
ہوئے ہم کسی مرض کی دوا

اسمیں اک تار ڈاکیہ لایا
سر ہمارا خدا نے اٹھوایا

اوسمیں سے تھے چند لفظ یہ مسطور
ذی کرم خسرو بہاولپور

کی سخاوت اونھوں نے یہ اظہار
بخشے چندہ میں بیست و پنجہزار

اس کے سنتے ہی دل ہوا مسرور
شرم جو تھی وہ ہو گئی کچھ دور

کاش اسوقت یہ عطا و کرم
یوں تو نہو تار ہیں اہل الم

تو مسلمان نہ سر اٹھا سکتے
بات کبھی کچھ نہ وہ بنا سکتے

اس عطا پر [illegible] نکلتی ہے
سب کے دل کو دعا نکلتی ہے

یا خدا خسرو بہاولپور
ہو زمانے میں ثانی تیمور

رتبہ پر ہو ہمیشہ بخت بلند
ساتھ ہر دم ہوں دولت و فرزند

قطعہ

بیادگار ورود پرنس آف ویلس فرزند و ولی عہد اعلیٰ حضرت ایڈورڈ ہفتم
شاہنشاہ ہندوستان و انگلستان خلد اللہ ملکہ و اقبالہ۔
در مدرسۃ العلوم علیگڈھ بتاریخ ۶ مارچ ۱۹۰۶ء

قطعہ

اے مدرسۃ العلوم نازاں ہو
مسند نشین تاج و ثناخواں ہو
پرنس آف ویلس آئے ہیں
گلستاں [illegible]

[illegible]

تحفۃ العاشقین مع تحفۃ العارفین

حضرت مولانا شاہ عبد الصمد صاحب قدس سرہ نے اس کتاب لاجواب میں اسباق تصوف و سلوک پر نہایت دلچسپ اور بامعنی مضامین جمع کئے ہیں۔ کہیں نظم ہے کہیں نثر ہے کہیں اردو ہے کہیں فارسی ہے۔ کہیں معرفت میں ڈوبی ہوئی غزلیں ہیں اور کہیں سلوک آفریں مضامین۔ غرضکہ کتاب اہل دل حضرات کے پاس رہنے کے قابل ہے۔ حجم ۲۰۰ صفحہ۔ کاغذ سفید۔ قیمت ۱۲ ر

دُرِّ شاہوار

حضرات امیر المومنین علی علیہ السلام کے دیوان بدیع البیان کا

اردو ترجمہ

یہ کتاب علم ادب کی بہترین کتابوں میں شمار کی گئی ہے۔ اور مشاہیر نے اسے قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ جو لوگ چاہتے ہیں کہ اخلاق و ادب میں انہیں بہتر بنا سکے وہ اس کتاب کو ضرور دیکھیں۔ قیمت مصرف فی جلد ۸ ر

منیجر مطبع آگرہ اخبار نئی بستی آگرہ سے طلب فرمائیے

گزارش

خدا کے فضل و کرم سے یہ مطبع باون برس سے جاری ہے اس میں عربی۔ فارسی۔ اردو۔ ہندی ہر قسم کی کتابت نہایت صحیح اور عمدہ صفائی کے ساتھ بصد حسن و خوبی طبع کی جاتی ہے چھپائی کا تصفیہ بذریعہ خط و کتابت طے ہو سکتا ہے۔ اور نیز مطبع ہذا میں بیش بہا کتابیں اور عمدہ عمدہ قرآن مجید مترجم محشی اور معریٰ مختلف پیمانہ و ہدیہ کے موجود ہیں جنکی فہرست درخواست آنے پر روانہ کی جا سکتی ہے۔

علاوہ ازیں ہر قسم کا مال شرائط مقررہ کے موافق ہمارے توسل سے نقد قیمت آنے پر یا ویلیو پی ایبل کے ذریعہ سے روانہ ہو سکتا ہے۔ اطمینان کیلئے خاص خاص معاملات میں ہزار ہا روپیہ کی گارنٹی (ضمانت) دیجا سکتی ہے۔

نیازمند

خواجہ صدیق حسین منیجر مطبع آگرہ اخبار آگرہ